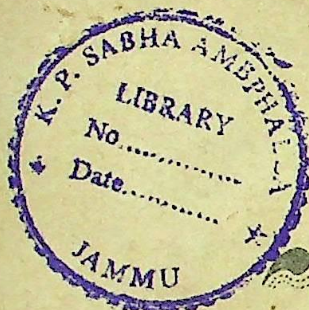
۵

سنسنی خیز، دلچسپ اور حیرت انگیز کارنامہ



تیسرا شعلہ

مصنف

ابن صفی، بی، اے

جاسوسی دنیا پبلیکیشنز الہ آباد نمبر ۳

عنوانات

مل گئے

ٹارچ کی روشنی اِدھر اُدھر اندھیرے میں رینگتی رہی۔ پھر فریدی ایک ہی چھلانگ میں نالے کے درمیان اُبھری ہوئی چٹان پر پہونچ گیا۔

اور واپسی کا سفر جاری رہا۔ اُس چڑھائی تک پہونچنے کے بعد جو بیرونی دراڑ تک جاتی تھی وہ رُک گیا۔ لیکن یہ کہنا دشوار تھا کہ وہ اس طرح اپنی تھکن مٹا رہا ہے یا رُکنے کا مقصد کچھ اور تھا۔

اُس نے اپنی پشت سے لگا ہوا تھیلا اُتار کر نیچے رکھ دیا۔ پھر اُس میں سے اپنے کپڑے نکالے۔ اُس کے جسم پر ابھی تک کراغالیوں ہی کا سا لباس تھا۔ اُس نے اُسے اُتار کر اپنے کپڑے پہن لئے۔ لیکن میک اپ بدستور قائم رکھا۔

اب وہ ٹارچ روشن کئے بغیر سطح چٹان پر چل رہا تھا۔ چونکہ اِس سے پہلے بھی دوبارہ وہ اُس چٹان پر چل چکا تھا اس لئے کم از کم اس کے لئے اندازے کی غلطی کا امکان نہیں تھا۔

پھر وہ اُس پتلی سی دراڑ میں داخل ہوا جو حقیقتاً اِس حیرت انگیز سفر کا باعث بنی تھی۔ یہیں اُس نے حمید کو کھویا تھا۔ یہاں پہونچتے ہی ایک بار پھر حمید بڑی شدت سے یاد آیا لیکن یہ حقیقت تھی کہ اُسے دوبارہ زندہ دیکھنے کی توقع نہیں تھی ان لوگوں نے اُسے زندہ نہ چھوڑا ہوگا۔

دراڑ سے نکلتے ہی صبح کی خوشگوار ہوا کے لطیف جھونکوں نے اس کا استقبال کیا۔ حالانکہ سردی شدید تھی لیکن پھر بھی وہ اُسے موسم بہار ہی کی ہوا کے جھونکے محسوس ہو رہے تھے۔ مشرقی اُفق میں سُرخی پھیل گئی تھی اور دور تک بکھری ہوئی

چٹانیں ملگجے اُجالے میں انگڑائیاں سی لیتی معلوم ہو رہی تھیں۔

فریدی جنوب کی طرف بڑھتا رہا۔ نیند کے بادل اُس کی آنکھوں سے گذر رہے تھے۔ وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ اُس کی پشت سے لگے ہوئے تھیلے میں ایک تھرموس بھی تھا جس میں شائد کافی تھی۔ خانم نے تو صرف اتنا ہی کہا تھا کہ تھیلے میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں ہیں لیکن ابھی تک اُسے اسکا خیال ہی نہیں آیا تھا۔ تھرموس میں یقیناً کافی ہوگی۔ وہ سوچنے لگا۔ اگر وہ کافی ہی ہوئی تو وہ پیدل ہی چلتا ہوا بے تکان رام گڈھ تک پہونچ سکے گا۔ وہ اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ ابھی اور اسی وقت اُن پر اسرار مجرموں کی کمین گاہ تلاش کرنے لگتا۔ وہ ایک ایسی جگہ رُکا تھا جسکے گرد چھوٹی چھوٹی چٹانیں حلقہ کئے ہوئے تھیں۔ اُس نے پشت سے تھیلا اُتارا۔ تھرموس میں کافی ہی تھی۔ بھُنے ہوئے پارچوں کے سینڈوچ... اور چھ سگار۔ جنھیں دیکھ کر ہی اُس کے چہرے پر تازگی لہریں لینے لگی تھی۔

کافی اور باسی پارچوں کے سینڈوچ کھا کر اُس نے سگار سلگایا اور ایک چٹان سے ٹک کر ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

افق میں پھیلی ہوئی سرخیوں سے سورج اُبھر رہا تھا۔ پہلی کرن فریدی کو اپنی روح کی گہرائیوں میں اُترتی محسوس ہوئی۔ ایک عجیب قسم کی لذت آمیز سی لہر اُس کے جسم میں دوڑتی پھر رہی تھی۔ شبنم سے بھیگی ہوئی ٹھنڈی چٹان پر اُس نے اپنا داہنا گال رکھ دیا۔ اب خنکی تکلیف دہ نہیں رہ گئی تھی۔ وہ اونگھنے لگا لیکن یہ کیفیت اضمحلال کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ کئی دن بعد اُسے سگار نصیب ہوا تھا۔ ایسی صورت میں پتھر کا آدمی بھی اُونگھنے لگتا۔ لیکن اُس کا ذہن اب بھی اُس کے قابو میں تھا۔ صرف اتنا تھا کہ تھکن دور کرنے کے لئے اُس نے اُسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔

دفعتاً اُس نے کسی کے دوڑنے کی آواز سنی اور کسی اونگھتے ہوئے درندے

کی طرح چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے قریب ہی کہیں بڑے بڑے پتھر لڑھک رہے ہوں۔

اُس نے چٹانوں کی اوٹ سے سر نکال کر آواز کی طرف دیکھا۔ نشیب میں ایک آدمی دوڑا جا رہا تھا اور اُس کے پیچھے بڑے بڑے پتھر لڑھک رہے تھے۔

پھر ایک اور آدمی چیختا چنگھاڑتا ہوا ایک طرف سے نمودار ہوا۔ حیرت سے فریدی کے ہونٹ کھُل گئے۔ یہ قاسم تھا اور نشیب میں بڑے بڑے پتھر لڑھکا رہا تھا۔ نشیب میں دوڑنے والے نے بھی اب ایک چٹان کی اوٹ لے کر اوپر کی طرف پتھراؤ کرنا شروع کر دیا تھا۔

"میں تمہیں مار ڈالوں گا سالے" قاسم حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ اور لفظ "سالے" کو اس وقت تک کھینچتا رہا جب تک کہ آواز حلق میں گھٹ کر نہیں رہ گئی۔

"میں تمہیں پتھر مار مار کر پھٹا ہوا تربوز بنا دوں گا" نیچے سے آواز آئی اور چھوٹے چھوٹے پتھر بھی برابر آتے رہے۔

یک بیک فریدی کے چہرے پر سُرخی دوڑ گئی اور اُس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اُس نے حمید کی آواز صاف پہچان لی تھی۔

اُس نے جلدی جلدی سارا سامان سمیٹ کر تھیلے میں ٹھونسا اور نیچے اُترنے لگا۔ دفعتاً قاسم کی نظر اُس پر پڑی اور وہ جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ وہ فریدی کو پہچان نہیں سکا تھا۔ پتھر ڈھکیلنے ڈھکیلنے رک کر سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے اُس نے عجیب انداز میں پلکیں جھپکائیں اور فریدی نے کہا۔ "میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"کیوں؟" قاسم نے بھاڑ سا مُنہ پھاڑ دیا۔

"تم سرکاری پتھر برباد کر رہے ہو۔ میں ان کا محافظ ہوں۔"

"سرکار کی تو اب چٹنی بنے گی... بہت جلد۔" قاسم اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"تم باغی معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں۔ میں باغی ہوں۔ جاؤ اپنا راستہ ناپو ورنہ.... دیکھ لوں گا تمہیں بھی۔"

فریدی نے کاندھے سے رائفل اتاری۔ میگزین درست کی اور قاسم کے سرکا نشانہ لے کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بھی شائد مذاق ہی کے موڈ میں تھا۔

"ارے... ارے۔" قاسم بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں فائر ہوا اور قاسم کی فلٹ ہیٹ اڑ گئی۔ "ارے باپ رے!" قاسم کی بیساختہ قسم کی چیخ چٹانوں سے ٹکرا کر دور پھیلتی چلی گئی۔ وہ چاروں خانے چت گرا تھا اور اس طرح اپنا سر ٹٹول رہا تھا جیسے وہ سچ مچ اس کے جسم سے الگ ہو گیا ہو۔

"خبردار!" فریدی ہنسی ضبط کرتا ہوا بولا۔ "چپ چاپ پڑے رہنا ورنہ سچ مچ دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر دیئے جاؤ گے۔"

قاسم بے حس و حرکت پڑا رہا۔ دفعتاً ایک پتھر کا ٹکڑا رائفل کے کندے سے ٹکرایا۔ غالباً نشانہ اس کے ہاتھ کا لیا گیا تھا مگر اندازے کی غلطی نے اُسے کامیاب نہیں ہونے دیا تھا۔

فریدی نے نشیب میں چھلانگ لگائی اور حمید ایک پتھر کی اوٹ سے اچھل کر بھاگا۔

"ٹھہرو!" فریدی نے اسے للکارا "ورنہ گولی مار دوں گا۔"

حمید رک گیا اور اس کی طرف مڑ کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"تم لوگ سرکاری پتھر برباد کر رہے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"تم کون ہو!" حمید نے پوچھا۔

"سرحد کا نگہبان!"

"تو پیارے سرحد کے نگہبان تم نے ایک سرکاری آدمی کو خوامخواہ مار ڈالا۔ تمہیں اس کے لئے جواب دہ ہونا پڑے گا!"

"ادھر چلو! تم دونوں کی لاشیں ایک ہی جگہ سے اٹھوانے میں زیادہ آسانی ہوگی!"

"میں ایک پولیس آفیسر ہوں!"

"یہ ثابت کرنے کے لئے تمہیں میدان حشر میں کافی وقت ملے گا۔ ادھر چلو!"

حمید ہاتھ اُٹھائے ہوئے چپ چاپ چلنے لگا۔ قاسم تک پہونچنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ اب بھی اسی مسطح چٹان پر چت پڑا کسی خوفزدہ پرندے کی طرح پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"قاسم! تم زندہ ہو!" حمید نے اُسے آواز دی۔

"غاں!" قاسم اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔

"تم بھی کھڑے ہو جاؤ!" فریدی نے قاسم سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

قاسم اُٹھنے کے لئے ہاتھ پیر مارنے لگا۔ لیکن اُٹھ نہ سکا۔

"تم اس کی مدد کرو!" فریدی نے حمید سے کہا۔

حمید اُسے اُٹھانے کے لئے جھکا اور بڑی دقت سے کامیاب ہو سکا۔ اب وہ دونوں اپنے ہاتھ اوپر اُٹھائے کھڑے تھے۔

"تم دونوں کیوں لڑ رہے تھے!" فریدی نے سوال کیا۔

"ہم... مذاخ... کار رہے تھے!" قاسم ہکلایا۔

"تم بتاؤ!"

"بکواس مت کرو" حمید نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔ "اگر تم نے ہمیں کوئی گزند پہونچایا تو تمہیں اس کے لئے بھگتنا پڑے گا"

"کچھ نہیں میرے صرف دو کارتوس خرچ ہوں گے اور اگر تم دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر کھڑے ہو جاؤ تو ایک ہی سے کام چل جائے گا۔ چلو شاباش —"

"شش .... شاباش" قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں بڑبڑا کر رہ گیا۔

حمید نے یک بیک قاسم کے پیچھے جا کر اُس کی کمر پکڑ لی اور اُسے فریدی کی طرف ڈھکیلنے لگا۔ اس طرح کہ خود اس کے پیچھے مکمل طور پر چھپ گیا تھا۔

"اس سے کیا فائدہ" فریدی مسکرایا۔ "میں ایک شرط پر تم دونوں کو معاف کر سکتا ہوں"

"جالدی بتاؤ شرط" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہ کرنے کا وعدہ کرو"

"قیوں"

"قیوں؟" فریدی مسکرایا۔ "وعدہ کرو! ورنہ ...."

اُس نے پھر رائفل سیدھی کر لی اور قاسم بوکھلا کر چیخا۔ "وعدہ — وعدہ"

فریدی نے رائفل نیچے جھکا دی۔ حمید جو اُسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا اب بھی نہ پہچان سکا۔

"تم لوگ کہاں جا رہے تھے" فریدی نے پوچھا۔

"رام گڈھ" قاسم نے جواب دیا۔

"چلو میں بھی وہیں جا رہا تھا"

"پیدل!" قاسم نے برجستہ سوال کیا۔

"ہاں! پیدل۔ کیوں۔ یہاں سے ہمیں صرف بیس میل تک پیدل چلنا

پڑے گا۔"

"ارے باپ رے!" قاسم سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ لیکن زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکا۔ کیونکہ توندیں زیادہ دیر تک اُکڑوں بیٹھنے سے وبال جان ہو جاتی ہیں۔ قاسم کے ڈیل ڈول کی مناسبت سے اُسے توند نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن اگر کسی ہاتھی کیلئے اُکڑوں بیٹھنا ممکن ہوتا تو قاسم کو ذرہ برابر بھی اس کی پرواہ نہ ہوتی ___ بہرحال وہ پھر کھڑا ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ نشیب میں اُتر رہے تھے۔

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"سلاجیت ڈھونڈھنے نکلے تھے!" حمید نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم لوگ سلاجیت کی آڑھت کرتے ہیں۔ تم نے اس دیو سے میرا پیچھا چھڑا کر مجھے ہمیشہ کے لئے ایک شیشی میں بند کر لیا ہے۔ لہٰذا میں تمہیں از راہ تشکر اصلی صلاجیت استعمال کرنے کا مشورہ دوں گا۔ اگر دوسری جگہ نہ ملے تو میری دوکان کا پتہ یاد رکھنا بشم لشٹم میڈیکل ہال۔ فائدہ نہ ہونے کی صورت میں ایمان دھرم سے لکھ دینے پر آدھی قیمت واپس۔ میں کویراج وید راج فلاں فلاں کا شاگرد رشید ہوں!"

"اماں کیا بے پر کی اُڑا رہے ہو۔" قاسم منہ بنا کر ہنسا۔

فریدی خاموشی سے چلتا رہا۔ وہ ان پہاڑیوں سے نکل جانے سے پہلے اپنا میک اپ نہیں بگاڑنا چاہتا تھا۔

فریدی کے رویئے کی بنا پر حمید کو یقین آگیا تھا کہ یہ اُنھیں لوگوں میں سے ہے جنہوں نے پچھلی رات اُسے اور قاسم کو بیہوش کر کے زمیں دوز دنیا سے باہر نکال دیا تھا۔ قاسم سے پہلے ہی اُسے ہوش آگیا تھا اور حمید اب سوچ رہا تھا کہ اگر قاسم کو اُس سے پہلے ہوش آیا ہوتا تو شاید خود اُسے ہوش میں آنے کا موقع کبھی نہ نصیب

ہو سکتا کیونکہ قاسم آنکھیں کھولتے ہی اُس پر جھپٹ پڑا تھا ۔۔۔ اُس کا خیال تھا کہ شاید حمید ہی اُسے اس زمین دوز جنت سے نکال لایا ہے۔ حالانکہ وہ پہلے ہی حمید پر واضح کر چکا تھا کہ وہ وہاں سے نہیں نکلنا چاہتا۔ اُس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اُس کا چھ لاکھ کا بینک بیلنس صاف ہو گیا تھا جس کی صفائی اُس کے باپ کو یقینی طور پر گراں گذرتی۔ اور وہ اُس کے عوض اُس کے گوشت پر سے کھال صاف کرنے کی کوشش کرتا۔ وہ اب بھی بلا تکلف ہنٹر لیکر قاسم پر پل پڑتا تھا اور ایسے مواقع کے متعلق قاسم کا خیال تھا کہ اُسے سونک کی کٹنی بھی نہیں یاد آتی۔

وہاں سے نکلنے پر آمادگی ظاہر نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ وہاں کئی لڑکیاں تھی۔ لڑکیاں اُس سے خاصی بے تکلف ہو گئی تھیں۔

حمید نے چلتے چلتے ایک بار پھر اپنے اجنبی ساتھی پر قہر آلود نظر ڈالی اور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب یہ آدمی ہمیشہ اُس کے سر پر مسلط رہے گا۔ یہ بات قرین قیاس بھی تھی کیونکہ وہ لوگ جو اُس پر ایک نئے قسم کا تجربہ کر چکے تھے نتائج سے آگاہ ہوتے رہنے کے لئے کسی نہ کسی کو اُس کے پیچھے ضرور لگائیں گے۔

وہ تجربہ بڑا عجیب وغریب تھا۔ لیکن ڈاکٹر زبیری نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ حقیقتاً وہ سب کچھ ایک ڈھونگ ہی ہوگا۔ کیونکہ وہ تجربہ ڈاکٹر زبیری ہی کو کرنا تھا.... وہ تجربہ عجیب وغریب اس لئے تھا کہ ذہن پر زور دینے کے باوجود بھی حمید کو اُس کی تفصیل یاد نہ آئی۔ اُس کے ذہن میں اُس سے متعلق اس قسم کی کوئی خلش بھی نہیں پائی جاتی تھی جو اکثر کسی بھولے ہوئے خواب کو یاد کرتے وقت پیدا ہو جاتی ہے۔

بہر حال اُس کے فرشتوں کو بھی اُس تجربے کی نوعیت کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ ویسے ڈاکٹر زبیری کے بتائے ہوئے پروگرام کے مطابق خود کو نیلے آسمان کے نیچے پا کر اُس نے سوچا تھا کہ وہ اُس تجربے کے بعد ہی وہاں سے نکالا گیا ہوگا۔ ڈاکٹر زبیری

اُسے تاکید کر دی تھی کہ وہ خواہ کچھ بھی کرے اُسے بعض اوقات اس قسم کی حرکتیں بھی کرنی پڑیں گی جو اُس کے بدلے ہوئے نظریات کی ترجمانی کر سکیں۔ اس کی اسی بات سے حمید نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ لوگ بہت قریب سے اس کی نگرانی کریں گے۔

حمید چپ چاپ چلتا رہا۔ وہ آئندہ کے لئے اپنا پروگرام مرتب کر رہا تھا۔ اکثر اُسے اپنی بے بسی پر ہنسی بھی آنے لگتی۔ لیکن بے بسی پر ہنسی آنے سے حالات نہیں بدلا کرتے۔ اُسے ہر حال میں جم کر مقابلہ کرنا تھا۔ دفعتاً اُسے فریدی یاد آگیا۔ پتہ نہیں وہ کہاں اور کس حال میں ہو گا ـــــ اگر حمید کا بس چلتا تو وہ اُس کے لئے زمین اور آسمان ایک کر دیتا۔ بعض اوقات اُس کے ذہن میں بُرے خیالات بھی چکرانے لگتے۔ اور وہ یہ سوچ کر لرز جاتا کہ کہیں فریدی اُن کی گولیوں ہی کا شکار نہ ہو گیا ہو ــــــ مگر اب .... بظاہر اُسے فریدی کا دشمن بننا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ملاقات ہونے پر وہ اُسے اس سے آگاہ کرے یا نہ کرے۔

"ہا ..... ہہ ہہ۔" دفعتاً قاسم نے چلتے چلتے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ وہ چل نہیں بلکہ لڑھک رہا تھا۔ کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا جیسے اب گر ہی پڑے گا۔ ایسے مواقع پر اُس کے حلق سے بیک وقت کئی طرح کی آوازیں نکلتیں۔

تھوڑی دیر بعد خاموشی حمید کو کھلنے لگی۔ بہت دنوں بعد اُسے کھلی فضا ملی تھی۔ اور قاسم ساتھ تھا ایسی صورت میں واپسی کے سفر کا سوگوارانہ انداز گراں گزرنے لگا۔

"وہ .... نلنی بالا .... مجھے بیحد یاد کرتی ہو گی۔" اُس نے قاسم سے کہا۔

"تمہاری ایسی کی تیسی۔" قاسم جھلائے ہوئے انداز میں رُک گیا اور پھر دہاڑا۔ "میں تمہیں بھوسہ بنا دوں گا۔"

"ہائیں .... ہائیں۔ پھر شروع کر دیا تم لوگوں نے۔" فریدی دونوں کو گھورنے لگا۔

"یہ کیوں اپنی نلنی خالا کا نام لے رہا ہے۔" قاسم پھر دہاڑا۔

"خالا تو وہ تمہاری ہے بھانجے۔ پچھلی رات وہ میرے کمرے میں رہی تھی" حمید
نے آہستہ سے کہا۔

"تمہارے باپ کے بھی کمرے میں نہیں رہ سکتی۔" قاسم نے حمید پہ دو ہتھڑ چلایا
اور حمید اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ نتیجتاً قاسم کو اوندھے منہ زمین پہ چلا آنا پڑا۔
اور پھر وہ.... فریدی کی طرف دیکھ کر بلبلایا۔ "مارو... گولی.... سالے کو....
اسی نے چھیڑا تھا۔

"میں سچ مچ تمہیں گولی مار دوں گا۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

"میں تم سے کمزور نہیں ہوں دوست۔" حمید نے اکڑ کر جواب دیا۔ "مجھے کسی چٹان
کی اوٹ لے لینے دو پھر تمہاری گولیاں اور میرے پتھر۔"

"نہیں — تم اسے پکڑ کر میرے حوالے کر دو۔" قاسم نے فریدی سے ملتجانہ
انداز میں کہا۔ "میں اس کی طرح اچھل کود نہیں سکتا ورنہ خود ہی پکڑ لیتا۔"

فریدی کو ہنسی آگئی اور قاسم جھلاہٹ میں اُسے منہ چڑھانے لگا۔

"یہ نلنی بالا کون ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"میری محبوبہ۔" حمید جلدی سے بول پڑا۔

"تیرے باپ کی محبوبہ ہے۔" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا اور اُسے کھانسی آنے لگی
نلنی بالا وہی موٹی عورت تھی جس کے لئے ایک بار زمین دوز دنیا میں بھی اُن دونو
نے خاصی ہڑبونگ مچائی تھی۔

"میرے باپ کی نہیں۔ میری محبوبہ ہے۔" حمید نے پھر کہا۔
اور قاسم دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگا۔ بال نوچنے لگا۔ فریدی
بڑے پتھر پہ بیٹھ گیا تھا۔

قاسم اور حمید ایک دوسرے سے اُلجھتے رہے۔ قاسم شائد بہت تھک گ

اس لئے اب اس کی صرف زبان ہی چل رہی تھی یک بیک وہ خاموش ہو کر اپنا منہ چلانے لگا کیونکہ اُس نے فریدی کو سینڈوچ کھاتے دیکھ لیا تھا۔

حمید کو اُس کی اس حرکت پر ہنسی آ گئی اور وہ جھینپے ہوئے انداز میں اُسے پھر بُرا بھلا کہنے لگا —— اور فریدی مُسکرا کر بولا۔

"تمہارے لئے تو کم از کم دس سیر سینڈوچوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ اتنے میرے پاس نہیں ہیں"

"نہیں۔ تم کھاؤ" قاسم ایک طرف منہ پھیر کر تھوک کی پچکاری مارتا ہوا بولا۔

"اور تم —— ؟" فریدی نے حمید کی طرف دیکھا۔

"میں ہفتے میں صرف ایک بار کھا لیتا ہوں"

"نہیں! تم دو سینڈوچ لو گے ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا"

"تم اسے صرف ایک سینڈوچ دے کر چار بار گولی مار سکتے ہو" حمید نے قاسم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اسے کوئی اعتراض نہ ہوگا"

قاسم نے اس بار جھلا کر ایک بہت بڑا پتھر حمید پر کھینچ مارا اور وہ بال بال بچا۔ فریدی بڑی مشکل سے اس ہڑبونگ پر قابو پا سکا۔ اس کے لئے اُسے سارے سینڈوچ بچی کھچی کافی قاسم کے حوالے کرنی پڑی۔ بہرحال اس سے اتنا ہوا کہ قاسم کا چڑچڑا پن کسی حد تک دور ہو گیا اور وہ پھر چل پڑے۔ رام گڑھ والی سڑک پر پہونچ کر وہ پھر ستانے کے لئے رُکے۔ دراصل قاسم پیدل چلنے کے معاملے میں صفر تھا۔ صفر نہیں بلکہ پہاڑ کہنا چاہئے۔

کچھ دیر ستانے کے بعد وہ پھر چلے اور شاید اب تقدیر اُن پر مہربان ہو گئی تھی کیونکہ تھوڑی ہی دور چلنے پر اُنہیں ایک ایسا ٹرک دکھائی دیا جس میں کوئی نقص پیدا ہو گیا تھا اور ڈرائیور انجن پر جھکا ہوا اُسے ٹھیک کرنے کی

کوشش کر رہا تھا۔

فریدی اس سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے رُکا.... اور ڈرائیور کی ایما پر دو
اُس کا ہاتھ بٹانے پر تیار ہو گیا۔ انجن کے درست ہونے میں دس منٹ سے زیادہ
نہیں صرف ہوئے۔ ٹرک رام گڈھ ہی جا رہا تھا۔ ڈرائیور نے بڑی خندہ پیشانی
سے اُنھیں رام گڈھ تک کے سفر کی اجازت دے دی۔

فریدی حمید کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بےچین تھا لیکن نہ جانے کیوں
اُس نے خود کو ظاہر نہیں کیا اور اب وہ اس طرح خاموش تھا جیسے اُن دونوں سے
واقف ہی نہ ہو۔ البتہ حمید اُسے رہ رہ کر گھورنے لگتا تھا۔ مگر اسی خیال کے
تحت کہ وہ انھیں مجرموں میں سے ہو سکتا ہے جنھوں نے اُسے زمین دوز دنیا کی
سیر کرائی تھی۔

دفعتاً فریدی نے حمید سے کہا۔ "میں تم لوگوں کی طرف سے مطمئن ہوں لیکن
ضابطے کی خانہ پری تو کرنی ہی پڑے گی۔"

"یعنی ---- !"

"میں تمہیں اپنے ساتھ کوتوالی لے جاؤں گا اور تمہیں وہاں اپنا بیان درج
کرانا پڑے گا کہ تم وہاں کیا کر رہے تھے۔ مگر اس موٹے کو وہاں نہ لے جانا ورنہ وہ
کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا جو پولیس کی نظر میں یقیناً مشتبہ ہو گی۔ کیا یہ پاگل ہے!"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی جرأت پر صرف عش عش کرتا رہا۔ ویسے اُس نے
اُس کے مشورے سے اختلاف نہیں کیا۔ شہر پہنچ کر اُس نے قاسم کو اس بات پر
آمادہ کر لیا کہ وہ روحی کے گھر چلا جائے جہاں نوشابہ اُس کے عشق میں ہتھنی ہو گئی
ہو گی۔ قاسم کے لئے اس سے بہتر اور کیا مشورہ ہوتا۔ وہ بے چوں و چرا راضی ہو گیا۔

فریدی حمید کو ایک ریستوران میں لایا۔

"کیا یہ کوتوالی ہے؟" حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں فرزند!" فریدی نے اپنے اصلی لہجے میں کہا اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا سر گردن سے علیحدہ ہو کر فضا میں ناچنے لگا ہو۔

"آپ!" اس نے کپکپائی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"ہاں۔ میں۔"

"یقین نہیں آتا۔"

"یہی حال میرا بھی ہے۔"

پھر ذرا ہی سی دیر میں حمید نے کسی حیرت زدہ بچے کی طرح زمیں دوز دنیا کی "الف لیلیٰ" چھیڑ دی لیکن اسے یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ فریدی کے چہرے پہ استعجاب کے آثار نہیں ہیں۔ پوری کہانی سن لینے کے بعد اس نے اتنا ہی کہا کہ اسے ان واقعات میں اسی تنظیم کی جھلک پہلے بھی نظر آئی تھی۔ اپنے متعلق حمید کو اس سے زیادہ نہیں بتایا کہ وہ کسی نہ کسی صورت سے بچ نکلا تھا۔ وادیٔ کراغال کے تجربات کا تذکرہ نہیں کیا۔

"مگر جناب!" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "مجھے توقع نہیں ہے کہ اس بار ہمیں کامیابی ہو۔"

"مایوسی میرے مذہب میں حرام ہے۔"

"خیر چھوڑیئے۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔"

"نہیں!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "انھیں مایوس نہ کرنا چاہیئے۔ وقتاً فوقتاً ان کی توقعات پوری کرتے رہنا۔"

"یعنی ۔۔۔!"

"فریدی پہ ناکام حملے۔"

"گویا آپ اُن کے مقابلے میں شکست کا اعلان کر رہے ہیں ۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ آپ اس تجربہ پر مجھے گولی ہی مار دیں گے ۔"

"نہیں ! تم اُسی طرح میرے کام آؤ گے جس طرح وہ لوگ چاہتے ہیں ۔ اچھا دیکھو ! اب یہاں فی الحال تین آدمی ہماری لسٹ پر ہیں ۔ سردار شکوہ ۔ ڈاکٹر سلمان اور دلکشا کا مینجر ۔ سردار شکوہ اور مینجر تو مجھے معمولی قسم کے ایجنٹ معلوم ہوتے ہیں لیکن ڈاکٹر سلمان — !"

"اب تو مجھے روحی پر بھی شبہہ ہو رہا ہے" حمید بڑبڑایا ۔

فریدی نے جواب میں کچھ نہیں کہا ۔ وہ ریستوران کے باہر دیکھ رہا تھا جہاں فٹ پاتھ پر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا اپنی انگلیوں کی پوروں پر کسی چیز کا شمار کر رہا تھا — !

مرمت

فریدی اُسے دیکھتا رہا ۔ دفعتاً حمید کی نظر بھی اُسی طرف اُٹھ گئی اور وہ ادھیڑ عمر کا آدمی نہ جانے کیوں اُسے جانا پہچانا سا معلوم ہونے لگا — اُس کے ذہن میں کچھ اُسی قسم کی خلش پیدا ہو گئی جیسے کوئی بھولا ہوا خواب یاد آتے آتے رہ جائے .... اُس کی آنکھیں .... وہ جانی پہچانی سی تھیں ۔

"میں اب ریالٹو میں قیام کروں گا ۔" فریدی حمید کی طرف مڑا اور اُسے بھی اُسی فٹ پاتھ والے آدمی کی طرف دیکھتا پا کر مسکرایا ۔

"کیوں! تم اُسے گھور رہے ہو جبکہ اُس کی توجہ ہماری طرف نہیں ہے۔"

"اوہ — !" حمید چونک پڑا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "اس کی آنکھیں کچھ جانی پہچانی سی ہیں۔"

"ہیں نا — مگر مجھے حیرت ہے کہ تم صرف آنکھوں ہی تک محدود رہے۔ اِس کے ہاتھوں پر غور کرو۔ داہنے ہاتھ کا انگوٹھا۔"

"اوہو — ! کیا.... انور.... یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔ "کیا آپ نے اسے بھی بُلا لیا ہے۔"

"نہیں — مجھے اس کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ خیر اچھا تو اب میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ تم روحی کے پاس جاؤ اور وہیں قیام کرو۔"

"تو کیا آپ بھی اُس پر شبہ کر رہے ہیں۔"

"نہیں۔ ابھی اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔"

"لیکن اِسے ذہن میں ضرور رکھئے گا کہ موجودہ طاقت کوئی عورت ہے۔"

"عورت بجائے خود ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ اتنی بڑی کہ مرد پیدا کرتی ہے۔" فریدی مسکرایا۔

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔" حمید اُٹھتا ہوا بولا

"جاؤ! میں تمہیں فون کروں گا اور اپنا فون نمبر بھی بتاؤں گا۔"

حمید جیسے ہی باہر نکلا اِدھیڑ آدمی اُس کے پیچھے لگ گیا۔ فریدی نے بیرے کو طلب کر کے دام چکائے اور وہ بھی ریستوران سے اٹھ کر اسی سمت چل پڑا۔ جدھر وہ دونوں گئے تھے۔ حمید ٹیکسیوں کے اڈے پر پہونچکر شاید روحی کی کوٹھی تک پہونچنے کا انتظام کرنے لگا تھا — فریدی نے تعاقب کرنے والے کو بھی ایک ٹیکسی میں بیٹھے دیکھا اور اس نے رفتار تیز کر دی۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہو چکی تھی۔

لیکن اُس کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی فریدی ادھیڑ آدمی کے برابر کچھلی نشست
پر تھا۔

ڈرائیور نے مُڑ کر دیکھا۔

"کنٹل بالا..." فریدی نے برجستہ کہا۔ اور ادھیڑ آدمی اُسے گھورنے لگا
حمید کی ٹیکسی سڑک پر نکل کر آگے بڑھ گئی تھی۔

"کیا مطلب!" ادھیڑ آدمی جھلّا گیا۔

"نہیں برخوردار!" فریدی مُسکرایا۔ "حمید کا تعاقب کرنے سے کیا فائدہ
خدا کی زمین بہت وسیع ہے.... اور ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں۔"

"اوہ — تو یہ آپ ہیں۔" انور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نہ ہوتا تو تمہیں پہچانتا کون!" فریدی نے کہا اور ڈرائیور کو پھر
کنٹل بالا چلنے کی ہدایت کی۔

اس بار انور نے بھی اس کا ساتھ دیا اور کار سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔

"مگر — تم!" فریدی نے انور سے کہا۔ "یہاں کیوں نظر آرہے ہو۔"

"اپنے ایک مُوکل کے لئے۔" انور نے جواب دیا۔

"لیکن حمید کا اُس سے کیا تعلق!"

"میرے مُوکل کا یہی خیال ہے کہ اُس کے معاملات کا تعلق حمید ہی کی ذات سے
ہو سکتا ہے۔"

"قاسم کا معاملہ تو نہیں۔"

"آپ ٹھیک سمجھے۔ میں اس کی بیوی کے لئے کام کر رہا ہوں۔ وہ معلوم کرنا
چاہتی ہے کہ یک بیک قاسم کا بینک بیلنس کیسے صاف ہو گیا۔ چھ لاکھ کی رقم
معمولی نہیں ہوتی۔"

"اس سلسلے میں تم نے کیا معلوم کیا۔"

"یہی کہ وہ دونوں فلم اسٹار روحی کے یہاں مقیم تھے۔" انور نے جواب دیا۔

"اور قاسم نے ساری رقم روحی پر خرچ کر دی۔" فریدی مسکرایا۔

"میں اتنی جلدی نتائج اخذ کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اور پھر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کچھ نامعلوم آدمی قاسم کو زبردستی پکڑ لے گئے تھے۔"

"میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اس چکر میں نہ پڑو۔" فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اگر تم نے یہ معلوم بھی کر لیا کہ اُس نے چھ لاکھ کہاں گنوائے تو اس پر کسی کو یقین نہیں آئے گا۔"

"کیوں؟"

"طاقت کی تنظیم پھر جاگ پڑی ہے۔"

"نہیں!" انور متحیر نظر آنے لگا۔

"ہاں — اور اس بار کی رپورٹیں پہلے سے کہیں زیادہ تشویشناک ہیں۔"

"ٹھہریئے۔ مگر قاسم کے چھ لاکھ سے اس کا کیا تعلق۔"

"ہر تنظیم کی ریڑھ کی ہڈی — روپیہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ تنظیم بھی اس کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی مگر چونکہ یہ ایک تنظیم ہے اس لئے کھُل کر سامنے نہیں آسکتی۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں اُس کے مالی وسائل غیر قانونی ہی ہونگے۔ وہ لوگ قاسم کو پکڑ لے گئے۔ اُسے کچھ دنوں تک اپنے ساتھ رکھا۔ اُس کے معیار کی عورتیں پیش کیں اور سادہ چیکوں پر دستخط لیتے رہے۔ اور پھر.... اُسے دھکا دے دیا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اب وہ تمہیں پھر روحی کی کوٹھی میں ملے گا۔"

"اوہ — !"

"اسی لئے میرا مشورہ ہے کہ تم اس چکر میں نہ پڑو۔ اس کی بیوی اس داستان پر ہرگز یقین نہیں کرے گی۔ تم اُسے کسی طرح یہ بات نہیں سمجھا سکو گے کہ بینک بیلنس کی اس صفائی میں ردحی کا ہاتھ نہیں ہے۔"

انور کسی سوچ میں پڑ گیا ۔۔۔ کار کٹل بالا والی سڑک پر رینگ رہی تھی۔ کٹل بالا کافی بلندی پر واقع تھا۔

"کیا قاسم ان لوگوں کی نشاندہی نہیں کر سکتا؟" انور نے کچھ دیر بعد کہا۔

"حشر تک نہیں۔ شاید حمید بھی نہ کر سکے جو اُن لوگوں میں کچھ دن گذار آیا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

فریدی نے اُسے اتنا ہی بتایا جتنا ضروری سمجھا۔ اپنے کرا غال جا پہونچنے کا تذکرہ اُس سے بھی نہیں کیا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "اب تم میرے لئے بھی تھوڑا سا کام کرو۔"

"فرمائیے!"

"کل صبح یہاں سے جہاز جائیگا۔ تم واپس جاؤ۔ اور میرا کچھ سامان لے کر جہاز ہی سے واپس آجاؤ۔"

"لیکن قاسم کی بیوی سے کیا کہوں گا؟"

"میں نہیں چاہتا کہ یہ بات اپنی اصلیت سمیت پھیلے۔ تم اسے یہی سمجھنے دو کہ ردحی نے قاسم کو ٹھگ لیا۔ مگر ٹھہرو ۔۔۔ کیا اُسے علم ہو گیا ہے کہ وہ ردحی کے یہاں مقیم تھا"

"نہیں میں نے ابھی تک اُسے رپورٹ نہیں دی۔ ویسے اُسے اسکا علم ہے کہ وہ حمید کے ساتھ یہاں آیا تھا۔"

"تم اُس سے کہہ سکتے ہو کہ وہ دونوں رام گڑھ میں نہیں ملے۔"

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بڑبڑایا۔ "مگر کہیں ماتھر نے اُس کے

باپ کو اُس کی گمشدگی کی اطلاع نہ دے دی ہو۔"

"آپ ماسٹر سے کب سے نہیں ملے۔"

"کئی دن گزرے... خیر ہٹاؤ۔ تم اُن سے کہہ سکتے ہو کہ تمہیں کامیابی نہیں ہوئی۔"

کُتّل بالا پہونچکر ڈرائیور نے پوچھا "کہاں لے چلوں۔"

"شکوہ محل!" فریدی نے جواب دیا۔ "ہم واپس بھی جائیں گے۔"

انور نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اس داڑھی میں آپ مہذب لباس میں ہونے کے باوجود بھی کسی غیر مہذب قبیلے کے فرد معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں تمہاری ذہانت کا پہلے ہی سے قائل ہوں۔" فریدی مسکرایا۔ "ہاں یہ میک اپ ایک قبائلی ہی کا ہے۔"

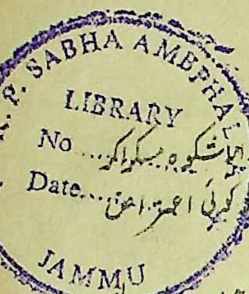
شکوہ محل کی ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت تھی۔ ایسی چھوٹی بھی نہیں تھی۔ لیکن لفظ "محل" کے ساتھ ایک اچھا خاصہ "مسخرا پن" ضرور تھی.... کار پھاٹک پر رُک گئی۔

"تم میرا انتظار کرو گے۔" فریدی نے انور سے کہا۔ "بلکہ بہتر تو یہ ہوگا کہ گاڑی یہاں سے کچھ دور کھڑی کرواؤ۔"

وہ نیچے اُتر کر پھاٹک میں داخل ہو گیا۔ فی الحال وہ صرف اس بات کا اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ سردار شکوہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اس کے لئے اُس نے سوچا تھا کہ وہ خود کو روحی کا نیا باڈی گارڈ ظاہر کر کے اُس تک اسکا کوئی اوٹ پٹانگ پیغام پہونچائے گا ـــــ اس طرح وہ اس کا ردِ عمل بھی دیکھ سکے گا۔

سردار شکوہ گھر ہی پر موجود تھا۔ فریدی نے ایک نوکر سے کہلوایا کہ روحی کا آدمی اس سے ملنا چاہتا ہے۔ پھر وہ جلد ہی اندر بلوا لیا گیا ـــ لیکن سردار شکوہ اُسے دیکھتے ہی بیساختہ چونک پڑا۔

"تم — تم —" وہ اُس کی طرف اُنگلی اُٹھا کر ہکلایا اور تھوک نگل کر رہ گیا۔
اُس کے اس رویہ پر فریدی کو حیرت ضرور ہوئی لیکن اپنے چہرے سے اسکا اظہار نہیں ہونے دیا۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ سردار شکوہ کی اس بوکھلاہٹ کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔
"ردجی خانم... بولے.... شام... اُس کو.... مل جاؤ" فریدی نے کسی غیر ملکی کی طرح اُردو بولنے کی کوشش کی۔ لہجہ قبائلیوں کا سا تھا۔
"تم کون ہو" سردار شکوہ کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔
اُس کا نوکر"
"بیٹھ جاؤ" سردار شکوہ نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "تم کب سے ہو! اُس کے یہاں!"
آج سے"
"ردجی کے گھر کون کون ہے" سردار شکوہ نے اس انداز میں پوچھا جیسے اسکا امتحان لے رہا ہو۔
"ایک موٹا عورت... ایک موٹا مرد.... ایک بالکل مرد... جیسا ہم بالکل مرد۔ جیسا تم بالکل مرد"
"تم کس قبیلے سے ہو"
"کس واسطے بتائے۔ نہیں بتائے گا" فریدی نے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔
اچانک سردار شکوہ نے ریوالور نکال کر اُس کا رُخ فریدی کی طرف کرتے ہوئے کر اغانی زبان میں کہا۔ "اگر تم پہلے بچ بھی گئے تھے تو اب نہیں بچ سکتے"
بڑی خلاف توقع بات تھی۔ فریدی اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ اُسے وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ رام گڑھ میں کوئی اُسے کراغانی زبان میں مخاطب کرے گا۔ اُس نے اپنے



دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے۔

"کراغالیوں کا داخلہ یہاں سرکاری طور پر ممنوع ہے۔" [illegible] بولا۔ "اگر میں تمہیں گولی مار کر شارع عام پہ بھی ڈال دوں تو کسی [illegible] نہ ہوگا ___ سمجھے!"

"مگر تم ایسا نہیں کر سکو گے۔" فریدی نے کراغالی ہی میں جواب دیا [illegible] کی خامی چھپانے کے لئے بڑی شدومد سے کھانسنے لگا۔ پھر کھانستے کھانستے اُسے دوہرا ہو جانا پڑا۔ سردار شکوہ کا ذہن اس کی کھانسیوں کی طرف بھٹک گیا تھا۔ دفعتاً فریدی نے اس پہ چھلانگ لگا دی اور پہلے ہی حملے میں ریوالور سردار شکوہ کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔

سردار شکوہ بھی ایک قوی ہیکل جوان تھا۔ اس لئے اس کی مدافعت کسی طرح بھی کمزور نہیں تھی۔ مگر فریدی دور ہی سے لڑنا چاہتا تھا۔ لپٹ پڑنے کی صورت میں اُس کی مصنوعی داڑھی خطرے میں پڑ جاتی۔ سردار شکوہ کی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح ریوالور تک پہونچ جائے لیکن ہر بار فریدی کا گھونسہ اُسے پیچھے ڈھکیل دیتا تھا۔

اچانک فریدی کو اسی لڑائی کے دوران میں یاد آگیا کہ اُس نے اپنی شکل خانم کے مشیر خان یوسف سے ملتی جلتی ہوئی بنائی تھی۔ خان یوسف ہی نے اُسے ایک بار بتایا تھا کہ اُسکا ایک چھوٹا بھائی جو قریب قریب اُسی کا ہمشکل تھا ایک مہم میں کام آگیا تھا۔

فریدی نے میک اپ کرتے وقت خان یوسف کے چہرے کی ساخت کا خیال رکھا تھا۔ پھر آئینے پہ نظر ڈال کر خود بھی اعتراف کیا تھا کہ وہ جوان خان یوسف معلوم ہوتا ہے۔ خانم شائد جلدی میں تھی اور اس نے اُس پہ غور کر کے رائے زنی ضروری نہیں سمجھی تھی۔

فریدی نے جلد ہی اُسے قابو میں کر لیا۔ لیکن یہ سردار شکوہ کا گھر تھا اور کسی لمحے بھی

بھی حالات بدل سکتے تھے۔ فریدی نے اُسے گریبان سے پکڑ کر سیدھا کھڑا کرتے ہوئے
کراغالی میں کہا۔ "تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔
ساتھ ہی ریوالور کی نال اُس کے پہلو سے لگاتا ہوا بولا۔ "میری جیب میں ریوالور
ہے اور انگلی ٹریگر پر۔ تم اسی طرح چپ چاپ میرے ساتھ چلو گے۔"
سردار شکوہ آگے بڑھا۔ فریدی اُس سے لگا ہوا چل رہا تھا۔ اس کا ہاتھ جیب
میں تھا اور جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کی نال سردار شکوہ کی بائیں پسلی میں چبھ
رہی تھی۔
"تم مجھے کہاں لے جاؤ گے" سردار شکوہ نے آہستہ سے پوچھا لیکن وہ خوفزدہ
نہیں معلوم ہو رہا تھا۔
"چپ چاپ چلتے رہو" فریدی کے لہجے میں سختی تھی۔ سردار شکوہ کے ملازم
اُنہیں مشتبہ نظروں سے دیکھ رہے تھے لیکن فریدی نے اُسے کسی قسم کا اشارہ کرنیکا
بھی موقع نہیں دیا۔
کمپاؤنڈ سے باہر نکل کر فریدی نے اُسے ٹیکسی کی طرف چلنے کو کہا جو تھوڑے ہی
فاصلے پر موجود تھی۔
"تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو" سردار شکوہ بڑبڑایا۔
لیکن فریدی اس طرح چلتا رہا جیسے اُس نے سنا ہی نہ ہو۔ ٹیکسی کے قریب
پہونچکر اُس نے بائیں ہاتھ سے ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھول کر سردار شکوہ
کو اپنے داہنے شانے سے دھکا دیا۔ اور دوسری طرف کھسک گیا۔
سردار شکوہ اندر اور فریدی کے درمیان تھا اور اسکی بائیں پسلی میں اب بھی
ریوالور کی نال چبھ رہی تھی۔
"تم واپس... چلے گا.... ڈرائیور" فریدی نے ڈرائیور سے کہا اور اندر

گفتگو کے اس بدلے ہوئے انداز پر چونک پڑا لیکن خاموش ہی رہا۔ اب سردار شکوہ کے چہرے سے بھی اضطراب ظاہر ہونے لگا تھا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ وہ تینوں خاموش تھے۔ کچھ دیر بعد فریدی نے انور سے کہا۔

"تم ردجی خانم کے گھار.... آمارہ انیٔ زارہ کرے گا.... ام... ایدھر... راہ میں اوترے گا۔"

"اچھا۔ اچھا۔" انور سر ہلا کر بولا۔ اور ٹیکسی اُترائیوں میں فراٹے بھرتی رہی۔

"تم مجھے کہاں لے جاؤ گے۔" سردار شکوہ نے کراغالی زبان میں پوچھا۔

"تم.... چپ.... بیٹھے گا۔"

"تم اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ اگر یہ مذاق ہے تو میں بھی دل کھول کر قہقہے لگانے میں کسی سے پیچھے نہ رہوں گا۔ لیکن کیا تم یہ پوچھ گچھ ردجی کی ایما پر کر رہے ہو۔"

"چپ رہو۔" فریدی نے گرج کر کہا۔

تقریباً دو میل چلنے کے بعد فریدی نے ڈرائیور سے گاڑی روکنے کو کہا ٹیکسی رُک گئی اور فریدی نے اپنا سامان سمیٹتے ہوئے سردار شکوہ کو ڈھکیل کر کار سے نیچے اُتارا۔

یہ ایک ویرانہ تھا۔ یہاں بھورے رنگ کی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔

"اب تم جاؤ۔" پتہ نہیں فریدی نے ڈرائیور کو مخاطب کیا تھا — یا انور کو۔ بہر حال دوسرے ہی لمحے میں ٹیکسی اُنھیں وہیں چھوڑ گئی۔

"سردار شکوہ!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اس ویرانے میں اگر میں تمہیں قتل بھی کر دوں تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔"

"مجھے مار ڈالنا آسان نہیں ہوگا — خان یا مین۔" سردار شکوہ کے لہجے میں

نکلی تھی۔ "میں خان عیسیٰ کے ساتھیوں میں سے ہوں"
خان عیسیٰ کا نام جس کا سیاہ مجسمہ فریدی وادی کراغال میں دیکھ چکا تھا کافی سنی خیز تھا۔ فریدی کو بہت زیادہ محتاط ہو جانا پڑا۔ اُس نے مسکرا کر کہا۔
"مگر تم نے خان عیسیٰ کے ساتھ غدّاری کی"
"خان عیسیٰ مجھ سے بڑا غدّار تھا"
"آہا تو خان عیسیٰ بھی اُسی سیاہ تنظیم سے تعلق رکھتا تھا" فریدی حیرت ظاہر کی۔
"تم نادان کے کیڑے اُسے سیاہ تنظیم کہہ رہے ہو" سردار شنکوہ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ "تم جو ہمیشہ بہت نیک کام کرتے رہے ہو۔ کیا تم دونوں بھائی خان ضیغم کو برسر اقتدار نہیں لانا چاہتے تھے"
"ہاں ... ہم اب بھی یہی چاہتے ہیں" فریدی نے فخریہ انداز میں کہا۔ "وہ کراغال سے غدّاری کر کے کسی سیاہ تنظیم کو پروان نہیں چڑھانا چاہتا"
"خانم اُس سے بھی زیادہ نیک اور شریف عورت ہے۔ تم اس کا ساتھ کیوں نہیں دیتے" سردار شنکوہ کا لہجہ طنزیہ تھا۔
"وہ عورت ہے۔ کوئی عورت کراغالیوں پر حکومت نہیں کر سکتی"
"تو تم لوگ ــــ خان عیسیٰ کی موت کے راز سے واقف ہو گئے ہو۔ حالانکہ خانم اُسے چھپانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ میں نے وہ سیاہ مجسمہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے" فریدی نے کہا۔
"ایک دن تم سب سیاہ مجسموں میں تبدیل ہو جاؤ گے" سردار شنکوہ نے مسکرا کر کہا۔ پھر دفعتاً وہ چونک پڑا۔ اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فریدی کو دیکھنے لگا جیسے ابھی تک خواب دیکھتا رہا ہو۔
"تم" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم کراغالی ہرگز نہیں ہو سکتے....."

تمہارا لہجہ"۔

فریدی نے اُس کے منہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ سردار شکوہ اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ فریدی کا ہاتھ پڑتے ہی دوسری طرف اُلٹ گیا۔ فریدی نے اُسے دوبارہ اُٹھنے کا موقع نہیں دیا ــــ پے در پے ٹھوکریں رسید کرتا رہا حتیٰ کہ سردار شکوہ کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا اور اس نے اُٹھ کھڑے ہونے کی کوشش ترک کر دی۔

"ہاں! میں کرا غانی نہیں"۔ اُس نے قہقہہ لگایا۔ "لیکن اب تمہیں مجھے بہت سی کہانیاں سُنانی پڑیں گی ورنہ... موت بھی تم سے پناہ مانگے گی"۔

"تت... تم کون ہو" سردار شکوہ نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"وہی جس نے نصرت خان، کنور شمشاد و وحید زیدی کو موت کی آغوش میں سُلا دیا تھا"۔

"کک... کرنل فریدی"

"ہاں۔ اب تم مجھے ادارہ روابط عامّہ کے متعلق بتاؤ"

"میں کچھ نہیں جانتا"

فریدی نے شکار کے تھیلے سے چاقو نکالتے ہوئے کہا۔ "تمہاری ہڈیوں سے گوشت الگ کر دوں گا"

"تم ایسا نہیں کر سکتے... یہ کس قانون..."

"قانون کا نام مت لو اپنی زبان سے۔ میری باتوں کا جواب دو"

"تم مجھ سے کچھ نہیں معلوم کر سکو گے"۔

"تم نے روحی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ادارہ روابط عامہ سے مدد طلب کرے"۔

"میں کچھ نہیں جانتا"

"ارے تم یہ بھی نہیں جانتے جسکا اعتراف خود ردحی کرچکی ہے۔"

"میں کسی ردحی کو نہیں جانتا۔"

"حالانکہ تم نے گھر پر ردحی کے متعلق بہت سے سوالات کئے تھے۔"

سردار شکوہ کچھ نہ بولا۔

"میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ رام گڈھ کی اس معصوم لڑکی نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جس کو اس کی شادی کے دن سیاہ مجسمے میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

فریدی نے اس کے بازو میں چاقو اتار دیا۔ اور سردار شکوہ کسی چوپائے کی طرح حلق پھاڑ کر چیخا۔

"بتاتا ہوں۔"

"بتاؤ۔ مجھے اس کانی تنظیم کے چوہے پر کبھی رحم نہیں آسکتا۔"

"اس کے چچازاد بھائی نے۔ تنظیم کے فنڈ میں تین لاکھ کا اضافہ کیا تھا۔"

سردار شکوہ کراہ کر بولا۔

"گویا تنظیم کا فنڈ اسی طرح کے جرائم سے بڑھایا جاتا ہے۔ اس کے چچازاد بھائی کا نام اور پتہ۔"

"اس کا ایک ہی چچازاد بھائی ہے۔ میں نام سے واقف نہیں ہوں۔"

"کیا وہ اپنے چچا کی جائداد حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"ہاں... اُف... میرا خیال ہے کہ... اُف..."

"خیر چھوڑو۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوسکتی ___ اب ادارہ روابط عامہ۔"

لیکن سردار شکوہ جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی بیہوش ہوگیا۔

"تم بیہوش نہیں ہوئے سردار شکوہ۔ میں زندگی بھر تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر سکتا ہوں۔ تم شوق سے بیہوش ہو جاؤ۔ مجھے تم پہ بالکل رحم نہ آئے گا۔ میں کچھ دن پہلے بھی سرحدی پہاڑیوں میں تمہارے تقریباً ایک درجن آدمیوں کو موت کی نیند سلا چکا ہوں۔ اب آنکھیں کھولو ورنہ اس بار یہ چاقو تمہاری ناک پر چلے گا۔"

سردار شکوہ نے آنکھیں کھول دیں اور ہولے ہولے کراہنے لگا۔

"ردچی کا باڈی گارڈ شاہد اجمل کہاں ہے؟"

"نشاط ہوٹل کے ایک تہہ خانے میں؟"

"بہت خوب! اب ادارہ روابط عامہ کی اصلیت مجھ پر ظاہر ہو گئی۔ تمہیں اس کے متعلق تکلیف نہیں دوں گا ــــ کیونکہ ڈاکٹر سلمان نے ردچی سے کہا تھا کہ وہ کٹل بالا کے ایک ہوٹل میں ہے۔ اب میں تم سے نشاط ہوٹل اور اس کے مینجر کے متعلق بھی کچھ نہیں پوچھوں گا۔ لیکن اب تمہارے لئے کیا کروں ــــ تمہیں پولیس کے حوالے کرنا بھی فضول ہی ہوگا... کیونکہ ہو سکتا ہے تمہاری سیاہ تنظیم کے آدمی اس محکمے میں بھی موجود ہوں۔ اور تم مفت میں طبی امداد حاصل کر کے صحتیاب ہونے کے بعد جیل سے فرار ہو جاؤ ــــ اچھا تم ہی بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

سردار شکوہ کراہتا رہا۔

"اچھا سنو۔ تم اٹھ کر مجھ پہ حملہ کرو تاکہ میں تمہیں موجودہ تکلیف سے نجات دلا دوں۔"

"نہیں ــــ!" سردار شکوہ دونوں ہاتھ آگے پھیلا کر ہذیانی انداز میں چیخا۔

"میں غلطی پر تھا سردار شکوہ۔ مجھے تم پہ رحم نہ کھانا چاہیئے۔ کیا تم کسی زخمی سانپ پر رحم کھا کر اسے چھوڑ دو گے؟"

"نہیں۔ نہیں۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ "مجھے مت مارو۔"

"کیا تم تنظیم سے قطع تعلق کر سکتے ہو" فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔
سردار شکوہ کچھ نہیں بولا۔
"نہیں کر سکتے" فریدی مسکرایا۔ "اگر انہیں اسکا شبہہ بھی ہو گیا تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے پھر کیوں نہ تم میرے ہی ہاتھوں مرنا پسند کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں زیادہ تکلیف نہ ہوگی۔ ٹھیک دل پہ فائر کروں گا"
"نہیں... نہیں... خدا کے لئے"
"آہا۔ تم لوگوں کو خدا بھی یاد آسکتا ہے"
"میں مرنا نہیں چاہتا — رحم کرو" سردار شکوہ گڑگڑایا۔
"تمہیں اس معصوم لڑکی پر بھی رحم آیا تھا جس کا سیاہ مجسمہ اب بھی ماں کی چھاتی سے چمٹا ہوا ہے"
"میں نے کچھ نہیں کیا... کچھ نہیں کیا"
"کراغال کی خانم نے تمہارا کیا بگاڑا تھا — اوہ ٹھہرو۔ میں نے خان عیسٰی کے متعلق تو کچھ پوچھا ہی نہیں۔ کیا وہ تنظیم سے متعلق تھا"
"ہاں — !"
"پھر اسے کیوں سیاہ مجسمے میں تبدیل کر دیا گیا"
"اس نے تنظیم سے غداری کی تھی"
"وہ کس طرح"
"تنظیم کے خلاف یہاں کی حکومت سے ساز باز کر رہا تھا"
"خان یوسف کا بھائی... خان یامین کس طرح مارا گیا تھا"
"اُسے خان عیسٰی ہی نے مار ڈالا تھا۔ لیکن شاید کراغال میں کسی کو بھی اس کا علم نہ ہو۔ خان یامین غالباً اسی لئے مارا گیا تھا کہ اُسے تنظیم کے متعلق کوئی خاص بات معلوم

ہو گئی تھی۔"

"خیر۔ اسے بھی چھوڑ دو۔ کیا تنظیم خان عیسیٰ یعنی کراغال کے والی کے بھتیجے کو مسندِ اقتدار پر دیکھنا چاہتی ہے۔"

"تنظیم کو کراغال کی حکومت سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"ڈاکٹر سلمان حقیقتاً کون ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔ میں اُسے صرف ڈاکٹر سلمان ہی کے نام سے جانتا ہوں۔"

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم میرے اس احسان کو یاد رکھو گے کہ میں نے تمہیں جان سے نہیں مارا۔" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"یاد رکھوں گا" سردار شکوہ کراہا اور اپنے زخمی ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"تم بھی کراغالی ہو۔"

"نہیں۔"

"کیا پہلے تم خان عیسیٰ کے ایجنٹ تھے۔"

"تم سب کچھ جانتے ہو۔ پھر مجھے بولنے پر کیوں مجبور کر رہے ہو۔ میری زبان کئی جگہ سے کٹ گئی ہے۔"

"تم دوسروں سے رحم اور انسانیت کی توقع کیوں رکھتے ہو جبکہ بہیمیت پر تمہارا ایمان ہے۔ مجھے اُس معصوم لڑکی کا سیاہ مجسمہ ہر وقت یاد رہتا ہے۔"

"اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں عائد ہو سکتی۔"

"تم پر عائد ہوتی ہے۔ تنظیم کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے۔ تم سب قاتل سازشی اور غدار ہو۔ جانتے ہو میں تمہیں کیوں نہیں مارنا چاہتا۔"

سردار شکوہ خاموش ہی رہا۔ فریدی پھر بولا۔ "تم لوگ مجھے بے بس کر کے مار ڈالنے کا

پروگرام بنا چکے ہو۔ اس لئے میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔"

"میں بالکل بےقصور ہوں۔"

"تمہارے ذمے کیا کام ہے۔"

"میں... میں... ادارۂ روابط عامہ کے لئے کام کرتا ہوں — اور بس۔"

"لوگوں کو اُن کے کارنامے بتا کر اُن سے مدد لینے پر اُکساتے ہو۔"

"ہاں۔ میرے ہاتھ تشدد سے پاک ہیں۔"

"میں تمہیں اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ تم اپنی تنظیم کو فریدی کے خطرے سے آگاہ کردو۔ اپنے سرگروہ کو بتا دو کہ فریدی بہت کچھ جانتا ہے۔"

"میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔" سردار شکوہ گڑگڑایا۔

"کیوں؟"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں۔"

"تمہارا موجودہ حکمراں کون ہے۔"

"کوئی عورت — اُسے کوئی نہیں جانتا۔"

"مجھے بھی کوئی نہیں جانتا سردار شکوہ۔ جو جانتے ہیں وہ بھی نہیں جانتے۔ اس بار میں اس تنظیم کو بنیادوں سے اکھاڑ کر پھینک دوں گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔" سردار شکوہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اُٹھو!" فریدی اُس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اُٹھاتا ہوا بولا۔ "ادھر یہاں اس پتھر پر بیٹھ جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد کتل بالا کی بس آئے گی۔"

وہ اُسے اس پتھر پر حیرت زدہ چھوڑ کر سڑک کی بائیں جانب والی ڈھلان میں اُترتا چلا گیا۔ سردار شکوہ میں اتنی بھی ہمت نہیں رہ گئی تھی کہ وہ کھڑا ہو کر اُسے جاتے دیکھتا۔

قاسم اور پراٹھے

قاسم سب سے پہلے روحی کے یہاں پہونچا۔ روحی گھر پر موجود نہیں تھی لیکن نوشابہ تھی قاسم کو دیکھ کر اُس نے دہاڑتے ہوئے خوش آمدید کہی۔

"آپ... اُفوہ.... کہاں تھے آپ؟"

"کچھ نہیں... کچھ نہیں.... کوئی بات نہیں... ہی ہی ہی۔ لیکن مجھے بھوخ..... لگ رہی ہے۔"

"اوہو۔ ضرور... اُدھر چلیئے۔ میرے کمرے میں... روحی صاحبہ تو ہیں نہیں۔"

"آپ تو ہیں... ہی ہی ہی۔"

وہ اُسے ایک کمرے میں لائی اور اُسے وہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "ٹھہریئے میں آپ کے لئے چائے تیار کر دوں۔ اور کھانا تو آپ کا دیکھ ہی چکی ہوں۔"

"میں بھی وہیں چل رہا ہوں۔ باورچی خانے میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا۔"

"اوہو آپ!" نوشابہ نے اپنی گونجیلی آواز میں حیرت ظاہر کی۔

"ارے میں.... میں تو بڑی اچھی چپاتیاں پکاتا ہوں... ہی ہی ہی۔"

قاسم سر جھکا کسی شرمیلی لڑکی کی طرح اپنی انگلیاں مروڑ رہا تھا۔

"نہیں آپ یہیں بیٹھیئے۔" نوشابہ ہنستی ہوئی چلی گئی۔ قاسم اداس ہو گیا۔ وہ بار بار ٹھنڈی آہیں بھرتا اور پیٹ پہ ہاتھ پھیرنے لگتا۔ وہ اِس لئے اداس نہیں تھا کہ نوشابہ اُسے تنہا چھوڑ گئی تھی بلکہ اِس لئے مغموم ہو گیا تھا کہ فرائی میں تلے جانے والے پراٹھوں کی بو سے محروم ہو جائے گا۔ اُسے کچھ اسی شدت سے بھوک لگ رہی تھی۔

وہ اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اُس وقت نہ اُسے زمین دوز دنیا یاد تھی اور نہ وہاں کی "تگڑی تگڑی" لڑکیاں۔ اس وقت تو اس کے ذہن پہ بکرے کی ران مسلط تھی اُسے اس کی فکر بھی نہیں تھی کہ وہ چھ لاکھ روپے گنوا چکا ہے۔

آدھے گھنٹے تک اُسے نوشابہ کی واپسی کا منتظر رہنا پڑا۔ لیکن یہ انتظار نتیجے کے اعتبار سے کچھ ایسا مہنگا بھی نہیں پڑا کیونکہ چائے کی کشتی بہت وزنی تھی۔ اُس میں تقریباً بیس عدد پراٹھے اور ڈیڑھ درجن نیم برشت انڈے موجود تھے۔

"آپ کو بہت انتظار کرنا پڑا۔"

"قوئی.... کوئی بات نہیں" قاسم کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلاتا ہوا بولا۔ اور پھر وہ اتنے انہماک سے اس کشتی پر ہاتھ صاف کرنے لگا کہ نوشابہ کی موجودگی بھی یاد نہ رہی۔

"آپ کو وہاں کھانے پینے کی تکلیف ضرور رہی ہوگی" نوشابہ نے کہا۔

"جی" قاسم اس طرح چونکا کہ نوالا ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔ لیکن پھر فوراً ہی اُسے اُٹھا کر منہ میں ڈالتا ہوا بولا۔ "نہیں.... بالکل نہیں... واؤں... واؤں.... مگر وہ سالا.. چھننک چھنک.... واؤں.... واؤں.... ہی ہا ہی"

"میں نہیں سمجھی آپ کیا کہہ رہے ہیں"

"ارے.... وہ کچھ نہیں.... بندر تھا بندر...."

نوشابہ نے کچھ اس انداز میں بوکھلا کر قاسم کی طرف دیکھا جیسے اُسکے صحیح الدماغ ہونے میں شبہ ہو۔ ساتھ ہی قاسم کو یاد آگیا حمید نے چلتے وقت تاکید کی تھی کہ زمین دوز دنیا کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتائیے ورنہ لوگ اُسے پاگل سمجھیں گے۔ کسی کو یقین نہ آئیگا۔ پھر قاسم نے یہ بھی سوچا کہ وہاں لڑکیاں بھی تھیں ممکن ہے کہ اُن کا تذکرہ آجائے اور پھر نوشابہ سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں لہٰذا اُس نے دفعتاً چپ سادھ لی۔ لیکن یہ خاموشی بھی

اُسے نامناسب معلوم ہونے لگی۔ ممکن ہے نوشابہ سوچے کہ وہ اُسے کچھ بتانا نہیں چاہتا۔
وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ روحی کمرے میں داخل ہوئی۔
"اَرغ... اَرغ..." قاسم بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔
"بیٹھیے... بیٹھیے... مجھے ابھی ملازموں سے معلوم ہوا کہ آپ آگئے ہیں۔ کیسے آئے ... کہاں تھے... حمید صاحب بھی لاپتہ ہوگئے ہیں"۔
قاسم بیٹھ کر پھر پراٹھوں کے ساتھ انصاف کرنے لگا۔ وہ اُسے کیا بتاتا۔ حمید نے منع کر دیا تھا — مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اس کے بجائے کیا کہے گا۔
"وہ سالے بدمعاش تھے"۔ اُس نے کچھ دیر بعد کہا اور مزید کہنے کے لئے سوچنے لگا — اُسے خود پر غصّہ بھی آیا کہ اُسے بات بنانا بھی نہیں آتا۔
"لے کیوں گئے تھے آپ کو؟" روحی نے پوچھا۔
"یہ سوال قاسم جیسے کوڑھ مغز کے لئے بھی غیر متوقع نہیں تھا۔ اور وہ پہلے ہی سے اسکا کوئی معقول سا جواب سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔
"ارے... وہ... کوئی خاص بات نہیں۔ اُن بدمعاشوں نے مجھ سے چھ لاکھ روپئے وصول کر لئے"۔
"کتنے!" نوشابہ کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔
"چھ لاکھ.... یہ پراٹھے بڑے... بی... لذیذ ہیں"۔
"کیا آپ کے پاس اتنی رقم موجود تھی"۔ روحی نے پوچھا۔
"چیک بُک... انھیں میری چیک بُک مل گئی تھی"۔
"میرے... خدا"۔ نوشابہ نے ایک طویل سانس لی کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "تو اُس رات وہ لوگ شائد آپ کی چیک بُک تلاش کر رہے تھے"۔
"ہاں... ہاں... ضرور یہی بات ہے"۔ قاسم سر ہلا کر بولا۔ "چیک بُک میرے

سوٹ کیس میں تھی۔"

"کیا انھوں نے آپ پر تشدد کیا تھا؟" روحی نے پوچھا۔

"نہیں وہ سالا چھنک چھنک مجھے کھانا نہیں کھانے دیتا تھا۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

قاسم پھر سنبھل گیا ـــ مگر اسے کیا کرتا کہ "سالا چھنک چھنک" مستقل طور پر اُس کے ذہن سے چپک گیا تھا۔ اُس کی گول باتوں سے روحی حالات کا اندازہ نہ کر سکی۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ بھی اُسے اسی انداز میں دیکھنے لگی جیسے وہ صحیح الدماغ نہیں ہو۔ دونوں کبھی ایک دوسرے کو دیکھتیں اور کبھی قاسم کو دیکھنے لگتیں جو سر جھکائے انڈا اور پراٹھوں سے نپٹ رہا تھا۔

پھر چائے انڈیلتے وقت اُس کی ذہنی رو بھٹک گئی اور اُس نے پھر "چھنک چھنک" کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"وہ ایک بندر تھا... بندر یعنی کہ بندر... آپ سمجھتی ہیں نا... جب میں چیک پر دستخط کرنے سے انکار کر دیتا تھا تو وہ سالا... مجھے کھانا نہیں کھانے دیتا تھا۔ میں بھوک کے علاوہ اور سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں۔ اگر میرے بلینس میں چھ ہزار لاکھ ہوتے تب بھی میں خالی ہاتھ چلا آتا۔"

"تو اسی بندر کی وجہ سے آپ نے ...."

"ہاں... وہ بڑا موذی تھا۔ ہاتھ نہیں آیا ورنہ ٹانگیں چیر کر پھینک دیتا۔"

"فریدی اور حمید صاحبان کو بھی آپ کی تلاش تھی۔"

"صاحبان کون؟"

"میرا مطلب ہے وہ دونوں صاحب۔"

"ارے... حمید بھی تو تھا میرے ساتھ۔" قاسم نے آہستہ سے رازدارانہ انداز

میں کہا۔

"کیا! نہیں ــــ" روحی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ارے ہاں۔ اُسے بھی تو پکڑ لے گئے تھے وہ لوگ۔"

اُن دونوں نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بالکل اُسی انداز میں جیسے اُنھیں یقین نہ آیا ہو۔

"اُسے تو کٹہرے میں بھی بند کر دیا گیا تھا... ہاں..."

اچانک اُسی وقت حمید اسی کمرے میں در آتا چلا آیا۔ شاید اُس نے قاسم کا آخری جملہ سُن لیا تھا۔ قاسم اُسے دیکھ کر بوکھلا گیا۔

"ارررر... حم... حمید بھائی..."

حمید چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر تحکمانہ لہجے میں بولا۔ "اُٹھو... اپنا سامان اُٹھاؤ اور چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔ محض تمہاری وجہ سے ہم لوگوں کو اتنی پریشانیاں اُٹھانی پڑیں۔"

"ارے واہ۔" قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔ "تم خود اُٹھاؤ سامان یہاں سے اور چلے جاؤ۔ بڑے آئے دھونس جمانے والے۔ ابے ہاں... تم کٹہرے میں بند کر دیئے گئے تھے... تم ہوا میں اُڑے تھے... اُس نے مجھے بتایا تھا... کیا نام!"

دفعتاً حمید بہت زیادہ مغموم نظر آنے لگا اور پھر مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر روحی کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا ــــ وہ دونوں ایک دوسرے کمرے میں آئے۔

"تم نے دیکھا۔" حمید نے مغموم لہجے میں کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "شاید اُن لوگوں نے اسے بہت زیادہ اذیتیں دی ہیں۔"

"آپ کہاں تھے ۔"

"اوہ ــ میں ــ میں اسی کی تلاش میں تھا ۔ لیکن ان لوگوں نے شاید اسے خود ہی چھوڑ دیا ۔ مگر اس کے عوض اُنھوں نے اس کے باپ سے بھاری رقم وصول کی ہوگی ۔"

"مگر وہ تو کہتے ہیں کہ اُن سے بےشمار چیکوں پر دستخط لیے گئے ہیں ۔ ان کا اندازہ ہے کہ تقریباً چھ لاکھ کا بینک بیلنس صاف ہوگیا ۔"

"بکواس ہے ۔ اسکا کوئی ذاتی بیلنس نہیں تھا ۔"

"آپ کو یقین ہے کہ ان کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے ۔"

"مجھے یقین ہے ۔ کیا آپ اُس کی بے سروپا باتوں سے اندازہ نہیں کرسکیں گے مجھے وہ اسوقت ملا تھا جب کسی خیالی بندر پہ پتھر اڈ کر رہا تھا ۔"

"بندر ... ہاں ... وہ کسی بندر کا بھی تذکرہ کر رہے تھے ۔"

اتنے میں ایک ملازم نے آکر اطلاع دی کہ فون پر حمید کی کال ہے ۔

روحی اور حمید ساتھ ہی اُس کمرے میں آئے جہاں فون تھا ۔ حمید اس کے علاوہ اور کیا سوچ سکتا تھا کہ دوسری طرف فریدی ہی ہوگا ۔ مگر وہ انور نکلا اور حمید کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں ۔ انور فریدی کے متعلق پوچھ رہا تھا ۔

"میں نہیں جانتا وہ کہاں ہیں ۔"

"اچھا جب آئیں تو لالہ زار کے لئے رنگ کرنا میں وہیں مقیم ہوں ۔ روم نمبر ستائیس میں ۔"

"دیکھا جائیگا ۔" حمید نے کہا اور ریسیور رکھ دیا ۔ انور کی اچانک آمد اُسے اچھی نہیں لگی تھی ۔

پھر وہ روحی کی طرف مڑ کر بولا ۔ "تم اپنی سناؤ ۔ تم پہ پھر کوئی حملہ تو نہیں

"نہیں ابھی تک تو محفوظ ہوں ۔۔۔۔ مگر آپ اچانک اس طرح غائب کہاں ہو گئے تھے ؟"

"رام گڈھ سے باہر نہیں گیا تھا۔ یہی ہے ہماری زندگی جو عام آدمیوں کو بڑی پرکشش نظر آتی ہے مگر حقیقت کوئی مجھ سے پوچھے۔"

"فریدی صاحب کہاں ہیں ؟"

"ہاں !" حمید نے ایک طویل سانس لی چند لمحے ہونٹ بھینچے روحی کو گھورتا رہا پھر شانوں کو جنبش دیکر بولا "میں نہیں جانتا وہ کہاں ہیں۔ تم اُن کے متعلق مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو۔"

"کیوں ؟"

"میری طبیعت متنفر ہوتی ہے اُن کے تذکرے سے۔" حمید نے خلاء میں گھورتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "میں خود نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ میں یہ تبدیلی کیوں ہوئی ہے۔ میں کرنل فریدی کے پسینے کی جگہ خون بہانے کو تیار رہتا تھا ــــــ مگر اب۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔"

وہ اس طرح اپنی پیشانی رگڑنے لگا جیسے کسی اُلجھن میں ہو۔ بولنے کا انداز بھی ایسا ہی تھا جیسے اُسے وہاں روحی کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔

"کیا بات ہے ــــــ میں نہیں سمجھی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟"

حمید چونک کر اُسے گھورنے لگا۔ پھر تیز قسم کی سرگوشی میں بولا۔ "میں ۔۔۔ میں کرنل فریدی کو قتل کر دوں گا۔ میں اسے نہیں پسند کرتا کہ تم بار بار اس کا تذکرہ چھیڑ دو۔"

فریدی کا دشمن

فریدی ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے انور کو فون کر رہا تھا۔ اس نے پہلے بھی
فون کیا تھا اور اس سے انور کا پتہ معلوم کرنے کے بعد اب اُسے یہاں سے واپس
جانے کے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔ اُس نے اپنی ضروریات کی بہتیری چیزیں
منگوائی تھیں جن میں جرمن ساخت کا ایک ٹرانسمیٹر بھی تھا کیونکہ سردار شکوہ سے
اتنی معلومات حاصل ہو جانے کے بعد وہ ہر حال میں کراغال کی خانم سے رابطہ
رکھنا چاہتا تھا۔

ریسیور ہک سے لگا کر وہ باہر نکل آیا۔ اُس نے اب اپنے چہرے سے داڑھی
الگ کر دی تھی لیکن خد و خال اب بھی کراغالیوں ہی کے سے برقرار رکھے تھے۔

رات تاریک اور سرد تھی۔ اُس نے اسٹر کے کالر کھڑے کر لئے اور فلٹ ہیٹ
کا گوشہ پیشانی پر جھکاتا ہوا ایک طرف چل پڑا۔

اگر کسی دوسرے کو اُس کی اس حرکت کا علم ہو جاتا کہ اُس نے سردار شکوہ کو
اُن اہم ترین اعترافات کے بعد بھی چھوڑ دیا تو وہ اُسے یقینی طور پر پاگل سمجھتا۔
کیا سردار شکوہ کو سلطانی گواہ بنا کر ادارۂ روابط عامہ کے خلاف قانونی
کارروائی نہیں کی جا سکتی تھی؟ — ضرور کی جا سکتی تھی — مگر فریدی اتنا
جلد باز نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سردار شکوہ عدالت میں حاضر ہو کر اُن الزامات
کے اعترافات ہرگز نہ کرے گا۔ اُسے ہر لحظہ خدشہ لاحق رہے گا کہ بھری عدالت
میں اُسے گولی ماری جا سکتی ہے۔ وہ معمولی ڈاکوؤں اور اچکوں کی تنظیم تو تھی نہیں

یقیناً اُن لوگوں کے وسائل لامحدود ہوں گے جو ایک بڑی حکومت سے ٹکرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہی نہیں اُن کے حوصلے بین الاقوامی بھی ہیں۔

ایسے موقعہ پر اگر فریدی کی جگہ اور کوئی ہوتا تو اُس کے ہاتھ پیر پھول جاتے لیکن اُس کے سکون میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ وہ سب کچھ اپنی سوچی سمجھی اسکیموں کے ماتحت کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اِس سلسلے میں زیادہ شور و شر مچانا فضول ہی ہوگا کیونکہ مجرموں کے حوصلے بلند ہیں۔ حمید کا اِس طرح چھوڑ دیا جانا ہی اُن کی دیدہ دلیری کی ایک کھلی ہوئی دلیل تھی۔ وہ یقیناً خود کو اتنا محفوظ اور مضبوط سمجھتے ہیں کہ اِس قسم کی حرکت کر سکے۔ کیا یہ حکومت کو ایک کھلا ہوا چیلنج نہیں تھا جس کا مقصد یہی ہو سکتا تھا کہ اِس خبر سے ملک میں سراسیمگی اور انتشار پھیلے۔

وہ پیدل ہی چلتا رہا۔ سردار شکوہ سے نپٹنے کے بعد اُس نے ادارۂ روابط عامہ کے متعلق معلومات حاصل کرنی شروع کر دی تھیں۔ ڈاکٹر سلمان جو ادارہ کا انچارج تھا رام گڑھ ہی میں رہتا تھا اور وہاں کے متمول اور باعزت لوگوں میں اُس کا شمار ہوتا تھا۔ فی الحال فریدی نے ڈاکٹر سلمان ہی کو تختۂ مشق بنانے کی اسکیم تیار کی تھی۔ مگر اس کا یہ طریقہ کار اُس کے محکمے کو ایک آنکھ نہ بھاتا۔ کیونکہ اس میں ضابطے کی کارروائیاں شامل نہ تھیں۔

ویسے فریدی کو یقین تھا کہ اگر ضابطے کی کارروائی شروع کی گئی تو قیامت تک کامیابی نہیں ہو سکے گی۔

وہ فیریز ڈریم[1] کی عمارت کے قریب رُک گیا۔ یہ یہاں کا سب سے زیادہ شاندار نائٹ کلب تھا اور اُسے توقع تھی کہ وہ یہاں کچھ نہ کچھ کام ضرور کر سکے گا۔

---

[1] "Fairy's Dream"

توقع اس لئے تھی کہ ڈاکٹر سلمان یہاں کا مستقل ممبر تھا۔

یہ عمارت ایک بڑی پُر فضا جگہ پر واقع تھی۔ اُس کی روشنیاں کچی تال کے پانی پر لہریئے بناتی رہتی تھیں۔

فریدی نے کلوک روم میں جا کر السٹر اتارا فلیٹ ہیٹ ریک پر رکھی اور ڈائننگ ہال میں داخل ہو گیا۔ گو اُس کے چہرے پر رام گڈھ کے باشندوں کے لئے اجنبیت تھی لیکن لباس سے وہ کوئی کم حیثیت آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

ہال میں آرکسٹرا کی مدھم موسیقی گونج رہی تھی اور مرکری ٹیوب کی دودھیا روشنی میں خوبصورت چہروں پر پھٹکار سی برس رہی تھی۔ کم از کم فریدی کا یہی خیال تھا کہ اس قسم کی روشنی کسی میوزیم کے ممی خانے ہی کے لئے موزوں ہو سکتی ہے۔

وہاں ابھی بہتیری میزیں خالی تھیں۔ فریدی نے سرسری طور پر ہال کا جائزہ لیا اور اچانک ایک جگہ اس کی نگاہ رُک گئی۔ وہ منظر یقیناً غیر متوقع تھا۔ اس نے ایک میز پر حمید کو دیکھا۔ وہاں حمید کی موجودگی غیر متوقع یا حیرت انگیز نہیں تھی۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ اور وہ دوسرا آدمی جس سے وہ گفتگو کر رہا تھا ڈاکٹر سلمان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ دراز قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی اور باریک ترشی ہوئی مونچھیں تھیں۔ آنکھوں پر ریم لیس فریم کی عینک اُس کے خدوخال سے کافی ہم آہنگ معلوم ہوتی تھی۔

فریدی کو حمید پر بڑا غصہ آیا۔ اُسے ایسی حرکت نہ کرنی چاہئے تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس میز پر آیا جو اُن سے زیادہ دور نہیں تھی اور وہ یہاں سے ان کی گفتگو بہ آسانی سُن سکتا تھا۔

وہ اُن کی طرف پشت کر کے بیٹھ گیا۔

حمید ڈاکٹر سلمان سے کہہ رہا تھا۔ "آپ حیران نہ ہوں ڈاکٹر صاحب میں

سے آپ کی تلاش میں تھا۔ آپ کے لئے اجنبی ضرور ہوں مگر ذرا ہی سی دیر میں ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہ رہ جائیں گے۔ آپ نے کبھی نہ کبھی میرا نام ضرور سُنا ہوگا؟"

"اگر نہ سُنا ہو تب بھی مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوگی"۔ ڈاکٹر سلمان کے لہجے میں سکون اور ٹھہراؤ تھا۔ "زیادہ مجھ سے اجنبی ہی ملتے ہیں"۔

"میرا کارڈ —" حمید نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور فریدی کی اُلجھن بڑھ گئی مگر وہ خاموش بیٹھا سُنتا رہا۔

"آہا... اوہ... کیپٹن حمید"۔ ڈاکٹر سلمان بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ "ہاں۔ مجھے علم تھا کہ آپ یہیں مقیم ہیں۔ غالباً... ہاں روحی صاحبہ نے تذکرہ کیا تھا۔ آپ شاید انہیں کے ساتھ ہیں"۔

"جی ہاں۔ میں وہیں ہوں۔ روحی کے ساتھ...."

"کیا آپ اسی مسئلہ پر گفتگو کریں گے"۔

"نہیں۔ میں صرف اس لئے آپ سے ملنے کا خواہشمند تھا کہ آپ ماہر نفسیات ہیں"۔

"میں نہیں جانتا کہ میں ہوں بھی یا نہیں"۔ ڈاکٹر سلمان نے خاکسارانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"نہیں میں نے آپ کی تعریف متعدد آدمیوں سے سُنی ہے۔ آپ کا ادارہ ملک و قوم کی گرانقدر خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس نوعیت کے ادارے تو شاید اُن ممالک میں بھی نہ ملیں گے جو خود کو ہر معاملے میں دُنیا کا امام سمجھتے ہیں"۔

"حوصلہ افزائی ہے آپ کی"۔

"اب رسمی باتوں کو چھوڑ کر میرے معاملے کی طرف آئیے۔ میں بہت

پریشان ہوں۔"

"اوہو! ضرور... ضرور۔ اگر میں آپ کی کوئی خدمت کر سکا تو اسے اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔"

حمید کچھ سوچنے لگا۔ اُس کے چہرے پر اُلجھن کے آثار تھے۔ پھر وہ بائیں ہتھیلی سے اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔ "آج صبح سے میں خود میں ایک عجیب و غریب تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔"

"اچھا ـــ! کس قسم کی تبدیلی ـ"

"کس طرح بیان کروں۔" حمید اس انداز میں بڑبڑایا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

"کہہ ڈالئے۔ فضول سے فضول بات بھی حقیقتاً بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اُسکی کوئی نہ کوئی نفسیاتی وجہ ضرور ہوتی ہے۔"

"آج دن میں کئی بار میں نے سوچا ہے کہ کرنل فریدی کو قتل کر دوں۔"

ڈاکٹر سلمان ہکا بکا رہ گیا۔ پھر اُس کے چہرے پر کچھ اس قسم کے آثار نظر آنے لگے جیسے اُسے اس بات سے بڑا صدمہ پہونچا ہو۔

فریدی نے بھی اب اپنا رُخ بدل دیا تھا۔ اب وہ اس پوزیشن میں تھا کہ اُنھیں بہ آسانی دیکھ بھی سکتا تھا۔

"کیا آپ میری قابلیت کا امتحان لے رہے ہیں۔" ڈاکٹر سلمان کچھ دیر بعد مُسکرا کر بولا لیکن یہ مسکراہٹ جاندار نہیں تھی۔

"اسی لئے مجھے پس و پیش تھا۔" حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں خود بھی یقین نہیں کر سکتا کہ کبھی فریدی صاحب کی طرف سے میرے دل میں اس قسم کے خیالات بھی پیدا ہو سکیں گے۔ مگر میں اسے خیال نہیں کہہ سکتا۔ یہ تو جنون تھا۔ کھلا ہوا جنون..."

"اگر آپ اسے جنون تسلیم کرتے ہیں۔ تب تو وہ ہرگز جنون نہیں تھا" ڈاکٹر سلمان اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھا"

"ٹھہریے! کیا آپ کی دانست میں اس کی کوئی وجہ بھی ہے"

"نہیں کوئی نہیں۔ ہمارے تعلقات ہمیشہ بہت اچھے رہے ہیں"

"تعلقات کی چھوڑیئے۔ جب ہم ایسے معاملات پر کسی بات کی وجہ دریافت کرنے بیٹھتے ہیں تو تعلقات کی حیثیت یونہی سطحی سی ہوتی ہے کیونکہ تعلقات منطقی شعور کے رہین منت ہوتے ہیں ان کا تعلق لاشعور سے نہیں ہوتا۔ یہ تو آپ کی کوئی لاشعوری گرہ ہے جس نے یک بیک ایک نئی شکل اختیار کر لی ہے"

حمید اس طرح منہ کھولے بیٹھا رہا جیسے اس گفتگو کا ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہ آیا ہو۔

"آپ نہیں سمجھے؟" ڈاکٹر نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی نہیں — بالکل نہیں!"

"اچھا ٹھہریے۔ کیا واقعی آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کبھی آپ کا ہاتھ کرنل فریدی پر اٹھ جائے گا"

"میرے خدا" حمید پھر اپنی پیشانی رگڑنے لگا۔ "میں کس طرح کہوں کہ اگر آج وہ میرے سامنے ہوتے تو شائد...... اُف!"

حمید آنکھیں بند کر کے خاموش ہو گیا۔ ڈاکٹر سلمان اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ حمید نے کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں — اور فریدی دل ہی دل میں اس کی اس شاندار ایکٹنگ کی تعریف کرنے لگا — حمید کی آنکھیں کچھ ایسی لگ رہی تھیں جیسے وہ کافی لمبی نیند کے بعد جاگا ہو۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں اسے

قتل کر دوں گا ۔۔۔ سب بکواس ہے ۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ۔ میں اُسے قتل کر دوں گا ۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے باز نہیں رکھ سکتی ۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا اُٹھ گیا اور اس طرح دروازے کی طرف بڑھنے لگا جیسے اندھا ہو ۔ پھر وہ ایک میز سے ٹکرا کر گرتے گرتے بچا ۔ میز اُلٹ گئی ۔ لوگ چونک پڑے لیکن حمید اس سے لاپرواہ دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔

کلب کے محافظوں نے آگے بڑھ کر اُسے روکنا چاہا لیکن ڈاکٹر سلمان نے اُنھیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا ۔۔۔ جس میز سے حمید ٹکرایا تھا وہ خالی تھی مگر ایک اعلیٰ قسم کے گلدان کا نقصان ضرور ہوا تھا ۔

"میں گلدان کی قیمت ادا کر دوں گا ۔" ڈاکٹر سلمان نے محافظوں سے کہا ۔ "ا میرے دوست تھے ۔ نشہ زیادہ تھا ۔ ۔ ۔ جاؤ ۔ ۔ ۔ کلرک سے کہو ۔ میرے حساب میں ڈال دے ۔"

محافظ چپ چاپ واپس چلے گئے ۔ ڈاکٹر سلمان نے جیب سے سگریٹ کیس نکالا ۔ ایک سگریٹ منتخب کی اور اُسے سلگا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا ۔ اُس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں ۔

فریدی بڑی دلچسپی سے اُس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا ۔ ساتھ ہی وہ یہ سوچ رہا تھا کہ حمید پر اُس کی محنت ضائع نہیں ہوئی ۔

ڈاکٹر سلمان نے ایک ویٹر سے کچھ کہا ۔ اور وہ کاؤنٹر کی طرف چلا گیا ۔ تھوڑی دیر بعد ٹرے میں ایک گلاس اور ایک بوتل لے کر واپس آیا ۔

فریدی نے تھوڑی ہی دیر بعد محسوس کر لیا کہ ڈاکٹر سلمان بلانوشوں میں ہے ۔ فریدی کافی کی چسکیاں لیتا رہا ۔ ڈاکٹر سلمان کی شخصیت اس کے لئے کافی دلچسپ تھی ۔ وہ اُسے اور زیادہ قریب سے دیکھنا چاہتا تھا ۔

بال میں موسیقی کی لہریں نقرئی قہقہوں سے ہم آہنگ ہوتی رہیں۔ کچھ دیر بعد فریدی کو ڈاکٹر سلمان کی میز کے قریب ایک جانا پہچانا سا چہرہ نظر آیا۔ یہ دلکشا کا منیجر تھا۔ ڈاکٹر سلمان نے سر ہلا کر اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ فریدی دلکشا کے منیجر کے انداز میں احساس کمتری کی جھلکیاں محسوس کر رہا تھا۔

"کیا خبر ہے۔" ڈاکٹر سلمان نے اُس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"آج کسی نے سردار شکوہ کو بہت بُری طرح زد و کوب کیا ہے۔"

"کیا مطلب!" ڈاکٹر سلمان اُسے گھورنے لگا۔

"یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کون تھا۔ خود سردار شکوہ نے بتایا۔"

"کیا وہ حملہ آور کو پہچانتا نہیں تھا۔"

"نہیں۔ اُس کے بیان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی جانا پہچانا آدمی تھا۔"

"کیا تمہارے دونوں جملوں میں کسی قسم کا ربط موجود ہے!" ڈاکٹر سلمان نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دیکھئے میں عرض کرتا ہوں۔"

"جلدی کرو۔"

"اُسے جس نے بھی پیٹا ہے بُری طرح پیٹا ہے۔"

"اور آئندہ کے لئے اُسے تاکید کر دو کہ ہمیشہ اچھی طرح پیٹا کرے۔" ڈاکٹر سلمان مُسکرا کر بولا۔ پھر انتہائی خشک لہجے میں کہنے لگا۔ "وہ لوگ جو کم سے کم الفاظ میں اپنا مافی الضمیر نہیں بیان کر سکتے اُنھیں مر ہی جانا چاہئے کیونکہ جب وہ زبان ہلانے کے آرٹ سے ناواقف ہیں تو اُن سے کوئی اچھی توقع کس طرح کی جا سکتی ہے۔"

"سردار شکوہ کہتا ہے کہ یہ میرا نجی معاملہ ہے۔ اس لئے میں اس کی تفصیلات

میں جانا پسند نہیں کرتا۔ اس واقعے کا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں "۔
"پھر شائد اسکا دماغ خراب ہو گیا ہے "۔ ڈاکٹر سلمان نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد دلکشا کے مینیجر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اس نے جو کچھ بھی کہا ہے اس سے بغاوت کی بو آتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ تنظیم میں شامل ہو جانے کے بعد آدمی کا کوئی بھی معاملہ انفرادی نوعیت کا حامل نہیں رہ جاتا۔ اس کے جسم کی ایک ایک حرکت تنظیم کی امانت ہوتی ہے۔ اب مجھے دیکھنا پڑے گا کہ کیا معاملہ ہے "۔

"کیا آپ کٹل بالا جائیں گے "۔

"جانا ہی پڑے گا۔ اور میں اسی وقت جاؤں گا "۔

ڈاکٹر سلمان اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی دلکشا کا مینیجر بھی اٹھا اور دونوں ہال سے چلے گئے۔

فریدی کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

نئے ساتھی

سردار شکوہ کی حالت ابتر تھی۔ جب بس وہاں پہونچی تو اس نے پتھر پر بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھ اٹھا کر ڈرائیور کو رکنے کا اشارہ کیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں یہ بات بھی اس پر روشن ہو گئی کہ اب اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکے گا کیونکہ شائد اسکا ایک ٹخنہ بھی اتر گیا تھا۔

وہ کنٹل بالا کی جانی پہچانی ہوئی شخصیتوں میں سے تھا۔ شاید بس کے کچھ مسافر بھی اُسے پہچانتے تھے۔ اُنھوں نے اُسے بس پر بیٹھنے میں مدد دی۔ ظاہر ہے کہ لوگوں کو اِس واقعے پر حیرت ہوئی ہوگی۔ لیکن وہ سردار شکوہ سے صحیح بات نہیں معلوم کرسکے۔ بہرحال اُس کی حالت ایسی تھی کہ اُسے ایک ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ پھر ذرا ہی سی دیر میں یہ خبر چاروں طرف مشہور ہوگئی کہ سردار شکوہ ایک ویرانے میں زخمی پایا گیا تھا۔

یہ خبر تنظیم سے تعلق رکھنے والے کسی آدمی کے ذریعہ دلکشا ہوٹل کے منیجر تک بھی پہونچی اور وہ استفسارِ حال کے لئے کنٹل بالا آیا۔ لیکن سردار شکوہ نے اُسے بھی اصلیت سے آگاہ نہیں کیا۔ پھر اُس نے ڈاکٹر سلمان کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ فیری ڈریم میں فریدی بھی موجود تھا۔ اس طرح دلکشا کے منیجر کے متعلق رہے سہے شکوک بھی رفع ہوگئے اور وہ اُس کا شمار بھی اُنھیں لوگوں میں کرنے لگا جن سے اُسے نپٹنا تھا۔

فریدی نے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ دونوں اب سیدھے کنٹل بالا ہی جائیں گے۔ اس لئے وہ بھی فیری ڈریم سے نکل آیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ انھیں بھی راہ میں روک کر حیرت زدہ کیا جائے۔ مگر پھر یہ خیال ترک کر دیا۔ وہ سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سردار شکوہ ڈاکٹر سلمان سے کیا بتاتا ہے۔

اُس نے باہر نکلتے ہی ایک ٹیکسی لی اور کنٹل بالا کی طرف روانہ ہوگیا۔ کچھ دیر بعد اُس نے مڑ کر دیکھا۔ دور کسی کار کی ہیڈ لائیٹس نظر آرہی تھیں اور وہ شاید ڈاکٹر سلمان ہی کی کار تھی۔ اس سنسان راستے پر صرف وہی کاریں دوڑ رہی تھیں۔

کنٹل بالا تک کار اُس کی ٹیکسی کے پیچھے پیچھے ہی رہی تھی۔ کنٹل بالا پہونچ کر

فریدی کی ٹیکسی کو اُس کے عقب میں ہونا پڑا۔ اور فریدی نے ڈرائیور سے کہا۔" اسی کار کے پیچھے لگے رہو۔"

جب ڈاکٹر سلمان کی کار ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں داخل ہونے لگی تو فریدی نے ٹیکسی سڑک ہی پر رکوادی اور ڈرائیور کے ہاتھ میں دس دس کے تین نوٹ دیتا ہوا بولا۔" میرا انتظار کرنا۔"

" اچھا صاب!" ڈرائیور نے پُر مسرت لہجے میں کہا۔ رام گڑھ سے کٹل بالا تک بمشکل تمام سات روپئے بنتے۔ لیکن اس مسافر کی فیاضی پہ اُسے حیرت بھی ہوئی اور شبہ بھی لیکن اُسے اس سے کیا سروکار ہو سکتا تھا۔

فریدی کار سے اُتر کر چپ چاپ ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ دلکشا کا منیجر ڈاکٹر سلمان کو پرائیویٹ وارڈ کی طرف لے جا رہا تھا۔ فریدی اُن کے ساتھ ہی ساتھ چلتا رہا اور انہیں شاید اُس پہ شبہ کرنے کی بھی فرصت نہیں تھی۔

جیسے ہی وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے فریدی چکر کاٹ کر وارڈ کی پشت پہ پہونچ گیا۔ کمروں کی ساخت سے اُس نے پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ ہر کمرے میں عقبی کھڑکی ضرور ہوگی —— وارڈ کی پُشت پر چیڑ کا گھنا جنگل تھا۔ فریدی کھڑکی کے نیچے دبک گیا۔ کھڑکی سے آنے والی روشنی ایک درخت کی شاخوں پہ پڑ رہی تھی اور نیچے گہرا اندھیرا تھا۔

اُس نے سردار شکوہ کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔" میں تنگ آ گیا ہوں اپنے ہمدردوں سے اور میرا دل چاہتا ہے کہ خودکشی کر لوں —— میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کیا بتاؤں۔"

" لیکن تم مجھے بتاؤ گے۔" یہ ڈاکٹر سلمان کی آواز تھی۔

" آپ کو تو بتانا پڑے گا۔ لیکن یہ میرا نجی معاملہ ہے۔ قطعی نجی۔"

"تمہارا کچھ بھی تمہارا نہیں ہے۔ تم سب کچھ تنظیم کے لئے وقف کر چکے ہو۔"

"میری خدمات... میری دولت... ان کے علاوہ آپ اور کس چیز کی توقع رکھتے ہیں۔ کیا میں اپنی محبت... اپنی نفرت ___ اور دشمنی کے جذبات بھی تنظیم کے لئے وقف کر چکا ہوں۔"

"تم باہر ٹھہرو!" ڈاکٹر سلمان نے غالباً دلکشا کے منیجر سے کہا تھا ___ فریدی نے قدموں کی آواز سنی جو بتدریج دور ہوتی ہوئی سناٹے میں مدغم ہو گئی۔

"یہ سب کچھ ایک عورت کے لئے ہوا ہے ڈاکٹر۔" سردار شکوہ کی آواز آئی۔

فریدی ایک طویل سانس لے کر مسکرانے لگا۔ پھر اس نے ڈاکٹر سلمان کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ "اوہ ___ تم اپنی عادتوں سے باز نہیں آؤ گے۔"

"میں مجبور ہوں ڈاکٹر... نفسیاتی طور پر... میری تفریح عورت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ مجھے سب کچھ ایک عورت میں مل جاتا ہے اور جب عورت نہیں ملتی تو میری روح کسی شیر خوار بچے کی طرح بلکتی رہتی ہے۔"

"تمہیں شائد ماں کا پیار نہیں ملا۔" ڈاکٹر سلمان بولا۔

"ہاں جب میں ایک سال کا تھا.... میری ماں مر گئی تھی۔"

"تو وہ تمہارا کوئی رقیب تھا۔"

"ہاں... ڈاکٹر... یہ میرا نجی معاملہ ہے... میں اس سے سمجھ لوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر سلمان نے کہا۔ "تنظیم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن میں ذاتی طور پر تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"شکریہ۔ مجھے آپ سے یہی توقع تھی لیکن میں خود ہی نپٹ لوں گا۔ میرے لئے باعث شرم ہے کہ میں اس چھوٹے سے معاملے کے لئے آپ سے مدد طلب کروں۔ بس میں دھوکے میں مار لیا گیا۔ وہ کئی تھے ___"

ایک بار پھر فریدی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"مجھے دراصل اس لئے تشویش تھی کہ اس وقت وہ خونخوار بھیڑیا ہماری نظر میں نہیں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب کیا کر بیٹھے" ڈاکٹر سلمان نے کہا۔
"خونخوار بھیڑیا میں نہیں سمجھا"
"فریدی!" ڈاکٹر سلمان نے کہا اور تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔
ٹھیک اسی وقت فریدی نے فیصلہ کیا کہ اب حمید سے دور ہی رہے گا کیونکہ ایسے حالات میں اس سے کسی قسم کا تعلق رکھنا عقلمندی سے بعید ہوگا۔
ایک طویل خاموشی کے بعد ڈاکٹر سلمان کی آواز پھر سنائی دی۔ وہ اب زخمول کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہا تھا۔
فریدی چپ چاپ وہیں جما رہا۔ لیکن اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں وقت برباد کرنا فضول ہے کیونکہ اُن کی گفتگو زیادہ تر رسمی تھی۔ فریدی سمجھا تھا شائد اب وہ تنظیم کے متعلق بھی کچھ گفتگو کریں گے۔ مگر شائد وہ اس مسئلے پر بہت زیادہ محتاط تھے۔ بہرحال فریدی اُس وقت تک وہیں رہا جب تک کہ ڈاکٹر سلمان رخصت نہیں ہو گیا۔
وہاں سے نکل کر فریدی پھر ٹیکسی کی طرف واپس آیا اور ڈرائیور سے ریالٹو کی طرف چلنے کو کہہ کر پچھلی نشست کی پشتگاہ سے ٹک گیا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں لیکن ذہن جاگ رہا تھا۔ وہ سردار شکوہ کے متعلق سوچنے لگا۔ اس کے بارے میں بھی اُس سے اندازے کی غلطی نہیں سرزد ہوئی تھی۔ سردار شکوہ نے اس کا نام نہیں لیا تھا۔ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا تھا۔ ڈاکٹر سلمان اُسے زندہ نہ چھوڑتا۔ وہ یہ سوچتا ہوگا کہ فریدی نے اُسے صرف زدوکوب ہی کر کے کیوں چھوڑ دیا۔ اگر اُسے اس پر شبہ تھا تو باضابطہ کارروائی کیوں نہیں کی۔ یہ سوچتے سوچتے

وہ اسی نتیجہ پر پہونچا کہ فریدی نے سردار شکوہ پر تشدد کر کے اُس سے کچھ اگلوا لیا ہے۔ اور پھر مزید کارروائی کی ضرورت نہ سمجھ کر اُسے زخمی حالت میں چھوڑ گیا ۔۔۔ غالباً سردار شکوہ نے بھی یہی سوچا ہوگا۔ اسی لئے اُس نے کسی خیالی رقابت کا قصہ چھیڑ دیا تھا۔

بہرحال اب تک جو کچھ بھی ہوا تھا فریدی کے حق میں بہتر ہی ہوا تھا۔

ریالٹو پہونچکر اُس نے ٹیکسی ڈرائیور کو دس کا ایک نوٹ اور دیا۔ ٹیکسی چلی گئی۔ فریدی ریالٹو کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا ۔۔۔ یہ کیٹل بالا کا سب سے اچھا ہوٹل تھا۔

فریدی نے یہاں رات کا کھانا کھایا اور واپسی کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اُسکی نظر ڈاکٹر سلمان پر پڑی۔ شائد وہ پینے کے لئے یہاں رُک گیا تھا لیکن اب دلکشا کا منیجر اس کے ساتھ نہیں تھا۔

فریدی نے محسوس کیا کہ ڈاکٹر سلمان بے تحاشہ پیتا ہے۔ اُس نے اُٹھنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ ویسے اُسکا خیال تھا کہ ریالٹو کے ویٹروں کے لئے ڈاکٹر سلمان کی شخصیت نئی نہیں ہے کیونکہ وہ اُس کے قریب سے گذرتے وقت اُسے نہایت ادب سے سلام کرتے تھے۔

فریدی سگار سلگا کر قرب وجوار کی میزوں کا جائزہ لینے لگا۔ انداز ایسا تھا جیسے لڑکیوں کو گھور رہا ہو۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ ان لوگوں میں سراسیمگی ہی پھیلائی جائے۔

ڈاکٹر سلمان جلد اُٹھتا نہیں معلوم ہوتا تھا کیونکہ اُس نے کافی مقدار میں شراب طلب کی تھی اور اب اس کی میز پہ بیشتر قسم کی دو لڑکیاں بھی پہونچ گئی تھیں۔ انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہوٹلوں میں ٹیبل پارٹنر بننے والی

لڑکیاں ہیں ویسے ہو سکتا تھا کہ وہ بھی تنظیم سے متعلق رہی ہوں۔

فریدی بل ادا کر کے باہر آیا۔ چند لمحے کمپاؤنڈ میں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر ڈاکٹر سلمان کی کار کے قریب آکر اُس کے ڈیش بورڈ کو ٹٹولنے لگا — ڈاکٹر سلمان نے شائد کھڑکیوں کو مقفل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ فریدی نے نہایت اطمینان سے اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں کار کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ رام گڈھ والی سڑک پہ موڑ دی گئی۔

رات آدھی گذر چکی تھی۔ کار فلک بوس پہاڑوں کے دامن میں دوڑتی رہی۔ رام گڈھ پہونچکر فریدی نے دفتر روابط عامہ کا رُخ کیا۔ یہ ایک بڑی عمارت میں واقع تھا۔ عمارت کے تین کمرے ادارہ کے اسٹاف کے لئے وقف تھے اور بقیہ حصے میں ڈاکٹر سلمان خود رہتا تھا۔

فریدی نے کار پھاٹک کے سامنے روک دی۔ پھاٹک بند تھا اور کمپاؤنڈ میں بھی روشنی نہیں نظر آرہی تھی۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ ڈاکٹر سلمان عموماً راتیں گھر سے باہر گذارتا ہے۔ کار روک کر وہ پھاٹک پہ آیا اور چند لمحے ٹھہر کر اندازہ کرتا رہا کہ اندر کوئی چوکیدار تو موجود نہیں ہے لیکن اندر سے کسی قسم کی آواز نہیں آئی — فریدی کار کی پشت پر لے آیا۔ ڈکے کو اُٹھانے کی کوشش کی مگر وہ مقفل تھا۔ اُس نے جیب سے ایک باریک سا اوزار نکالا پھر ڈکے کا قفل کھولنے میں ایک منٹ سے زیادہ وقت نہیں صرف ہوا۔ اُس نے ٹارچ کی روشنی اندر ڈالی۔ یہاں بھی اسکا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ وہاں پیٹرول کے کئی ٹن موجود تھے۔ فریدی نے انھیں نکال نکال کر کار پر انڈیلنا شروع کر دیا۔ دو یا تین منٹ بعد وہ کار سے آٹھ یا دس گز کے فاصلے پر

کھڑا تھا اور کار سے یہاں تک بہتے ہوئے پٹرول کی ایک لکیر اُس کے پیروں کے قریب پہونچی ہی تھی کہ اُس نے دیا سلائی کھینچ کر اُس پر پھینک دی اور خود پوری قوت سے دوسری طرف دوڑنے لگا ——

جب تک وہ ڈھال سے نیچے نہیں اُتر آیا اُسے برابر روشنی دکھائی دیتی رہی۔ تقریباً چار فرلانگ تک دوڑنے کے بعد وہ رُک گیا۔ دستانے اُتار کر جیب میں رکھے اور پھر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔

اب وہ اپنی قیامگاہ کی طرف واپس جا رہا تھا۔

اُس نے آج ہی اپنے قیام کا انتظام بھی کر لیا تھا۔ چند ہی گھنٹوں میں کچھ دوست بھی بنائے تھے لیکن یہ قیامگاہ بھی خطرناک تھی اور دوست بھی اچھے آدمی نہیں تھے رام گڑھ کے چھٹے ہوئے بدمعاش اور یہ قیامگاہ بھی افضل خاں کی سرائے ——

سرائے ایسی جگہ واقع تھی جہاں سے بھوری پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ اور بھوری پہاڑیوں کو پولیس کی اصطلاح میں مجرموں کی آغوش مادر کہا جاتا تھا۔ رام گڑھ کے مفرور ملزم ہمیشہ انھیں پہاڑیوں کا رُخ کرتے اور پولیس کے لئے انھیں دوبارہ ڈھونڈھ نکالنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا تھا۔

فریدی نے پہلے ریالٹو میں قیام کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن سردار شکوہ سے نپٹنے کے بعد اُس نے سوچا کہ کوئی غیر معروف اور گھٹیا ہی سی جگہ زیادہ مناسب رہے گی۔ افضل خاں کی سرائے "غیر معروف" تو نہیں تھی لیکن اُس کے متعلق یہ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہاں فریدی جیسا آدمی بھی قیام کر سکے گا۔

سرائے پہونچ کر وہ اپنی کوٹھری میں چلا گیا۔ نہ اُسے یہاں کی گندگی کی پرواہ تھی اور نہ گھٹن۔ وہ اپنے گھر پر ایک انتہائی نفاست پسند آدمی نظر آتا تھا لیکن یہاں اُسے دیکھنے والے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ نچلے ہی طبقے کا ایک فرد نہیں ہے۔

ویسے اُس کے عمدہ سِلے ہوئے سوٹ کے متعلق اُن کا یہی خیال تھا کہ وہ اندھیری رات کی کسی مہم میں ہاتھ آیا ہوگا۔ وہ اُس کے متعلق چہ میگوئیاں کرتے لیکن کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اُس سے کچھ پوچھتا۔ اُن میں کچھ ایسے بھی تھے جو اُسے سراغرساں سمجھتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ اُن کی ٹوہ میں آیا ہے لیکن پھر سوچتے کہ اگر یہ بات ہوتی تو اتنا اچھا سوٹ پہن کر اس سڑی سی سرائے میں قیام نہ کرتا بلکہ ایسے پھٹے حالوں یہاں آتا کہ اُنھیں اُس پر شبہ بھی نہ ہو سکتا۔

فریدی نے ایک گوشے میں پڑا ہوا کمبل اٹھایا۔ اور اُسے زمین پر بچھا کر تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا پھر ایک سگار سلگا کر لیٹ گیا۔ اُس کے چہرے پر گہرے سکون کے آثار تھے بالکل ویسے ہی جیسے اس کی اپنی خوابگاہ میں نفیس ترین بستر پر آرام کرتے وقت ہوا کرتے تھے۔

یہ فریدی تھا۔ اپنے وقت کا پُر اسرار ترین آدمی جس کی زندگی کے ہزارہا پہلو اب بھی پردۂ راز میں تھے۔ شاید کیپٹن حمید بھی اُن سے ناواقف تھا۔ صرف ایک ہی حیرت انگیز دریافت اس کے حیران رہ جانے کے لئے کافی تھی۔ اور وہی اب تک اُسکی سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ یہ تھی فریدی کی بلیک فورس۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسمیں کتنے آدمی ہیں اور یہ کس قسم کی تنظیم ہے۔ وہ لوگ فریدی کے لئے مفت کام کرتے ہیں یا انھیں اسکا معاوضہ ملتا ہے۔ معاوضہ ملتا ہے تو کہاں سے؟ — کیا اس کا بار فریدی کی اپنی جیب پر ہے۔ مگر یہ بات قرین قیاس نہیں تھی کیونکہ فریدی کے بیانات سے اُس نے اندازہ لگایا تھا کہ بلیک فورس میں لاتعداد آدمی ہیں۔

فریدی لیمپ کی روشنی کم کرنے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟"

"کھولو... یار... تم بھی بس!" باہر سے آواز آئی۔

فریدی نے دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک بے ہنگم سا آدمی کھڑا دانت نکالے اُسے گھور رہا تھا۔

"میں نے کہا کیا کچھ چال پیر کا بھی شوق ہے۔" اُس نے ہتھیلی پر ہتھیلی رگڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں — آں ہے کیوں نہیں۔" فریدی بھی اُسی انداز میں ہنسکر بولا۔ "مگر میں ہمیشہ لمبا کھیل کھیلتا ہوں۔"

"او — ہو — کتنا لمبا۔"

"جتنا بھی... لمبا ہو سکے۔"

"تو آؤ۔" وہ آدمی ہاتھ جھٹک کر بولا۔ "لمبے سے لمبا ہوگا۔"

فریدی نے باہر نکل کر دروازہ مقفل کیا اور اُس کے ساتھ چلنے لگا۔ اُس نے ابھی تک کپڑے نہیں اتارے تھے۔

وہ ایک بوسیدہ سے دالان میں آئے جہاں ایک بڑا سا لیمپ روشن تھا۔ اور زمین پر پڑی ہوئی دری پر چار آدمی بیٹھے تھے۔ درمیان میں تاش کے پتے بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں سے تین کو فریدی پہچانتا تھا۔ وہ یہیں سرائے ہی میں رہتے تھے۔ چوتھا اجنبی تھا۔ شائد وہ اُسے کہیں باہر سے پھانس کر لائے تھے۔ آدمی مالدار معلوم ہوتا تھا لیکن صورت سے شریف یا سیدھا سادہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے مکاری ٹپکتی تھی۔

ان لوگوں نے فریدی کا استقبال بڑی گرمجوشی سے کیا۔

کھیل شروع ہوا۔ فلش کے لئے پتے بانٹے گئے۔ کچھ دیر بعد یقیناً لمبا کھیل شروع ہو گیا اور ان میلے کچیلے خستہ حال بدمعاشوں کی جیبوں سے سو سو کے نوٹ نکلنے لگے۔

اچانک تھوڑی دیر بعد فریدی نے اپنے پتّے رکھ دیئے اور داؤں پر پڑے ہوئے نوٹوں میں سے ایک اُٹھا کر لیمپ کی روشنی میں دیکھنے لگا۔ یہ نوٹ اُسی اجنبی کے جیب سے نکلا تھا۔ دوسرے لوگ بھی اُس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور اجنبی کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کے لئے خود کو تیار کر رہا ہو۔

"کیوں بے!" دفعتاً فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "اُستادوں سے اُستادی"

"کیا مطلب!" وہ پیچھے کھسکنے لگا۔

"ہمیں لوٹنے آئے ہو... جعلی نوٹ"

"بکواس ہے"

فریدی نے اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ پر رسید کر دیا۔ بقیہ چار حیرت سے منہ کھولے اُنھیں دیکھ رہے تھے۔ مار کھا کر اُس آدمی نے چھرا نکال لیا اور پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگا۔

"اگر کوئی میرے قریب آیا... تو..." وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"مار ڈالو سالے کو" چاروں بیک وقت چیخے۔

"ٹھہرو!" فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "اس کے پاس لمبی رقم معلوم ہوتی ہے مگر سب جعلی۔ تم لوگ چپ چاپ بیٹھے رہو۔ میں دیکھتا ہوں"

فریدی آہستہ آہستہ خونخوار اجنبی کی طرف بڑھنے لگا۔

"آؤ — آؤ — تمہاری موت اِدھر لا رہی ہے" اُس نے کہا۔

فریدی اُس سے ایک گز کے فاصلے پر رُک گیا۔ اچانک اجنبی نے اُس پر جست لگائی لیکن اُس کا چاقو والا ہاتھ دوسرے ہی لمحے میں فریدی کی آہنی گرفت میں تھا — اور پھر وہ فریدی کی کمر سے لگتا ہوا کسی شہتیر کی طرح چاروں خانے چت

فرش پر گرا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔
اور اب پیراشُ میں اتنی سکت کہاں رہ گئی تھی کہ فریدی کا گھٹنا اپنے سینے پر سے ہٹا سکتا۔

"بڑے جیالے ہو۔" فریدی اُس کے گال پر تھپڑ مارتا ہوا بولا۔
چاروں بے تحاشہ ہنس رہے تھے ــــ فریدی نے دوسرا تھپڑ مارتے ہوئے اُسے سیدھا کھڑا کر دیا۔

"اگر تم نے ذرا بھی ہاتھ پیر ہلائے تو اپنے پیروں سے چل کر یہاں سے نہیں جا سکو گے۔ ہم غریبوں کو لوٹنے آئے تھے۔ ہماری ہار اور جیت دونوں ہی افسوسناک ہو تیں۔" پھر اُس نے اُن چاروں سے کہا۔ "ارے یارو کیا دیکھتے ہو۔ اس کی تلاشی لو۔"

یہ کام بڑے سکون کے ساتھ ہو گیا۔ اُس کی جیبوں سے تیس ہزار کے جعلی نوٹ برآمد ہوئے۔ کچھ اچھی کرنسی بھی تھی لیکن اس کی تعداد ڈھائی سو سے آگے نہیں بڑھی اور جسے فریدی نے اُسی وقت اُن چاروں آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔

"اب بتاؤ۔" فریدی پیراشُ کے چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "یہ نوٹ تمہیں کہاں سے ملے تھے۔"

"اُس نے جواب نہیں دیا۔ اس طرح چپ سادھ لی تھی جیسے گونگا ہو۔ فریدی نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ بقیہ چاروں اب اُسے شبے کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں۔
دفعتاً وہ ان کی طرف مڑ کر بولا۔ "کمائی کے لئے یہ بہترین موقع ہے۔ اسے کہیں بند کر دینا چاہیے۔"

"کیا کرو گے!"

"پہلے اسے کہیں بند تو کر دیں پھر بتائیں گے۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے" اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کمائی کیا کرو گے؟"

"ہم کر لیں گے بیٹا۔ تم اپنی چونچ بند رکھو" فریدی نے ایک بھدا سا قہقہہ لگایا۔

اتنے میں سرائے والی مل غپاڑہ مچاتی ہوئی وہاں آگئی۔

"کیا مچا رکھا ہے تم لوگوں نے"

"ارے... جاؤ... کچھ نہیں ہم لوگ... بگڑی بنا رہے ہیں۔ یہ لو" فریدی اُسے دس دس کے تین نوٹ دیتا ہوا بولا۔ "چپ چاپ جا کر سو جاؤ"

"ابھی کیسے سو جاؤں۔ کئی حرامیوں لاخیروں نے ابھی کھانا نہیں کھایا"

"اچھا! بس اب جاؤ" فریدی بُرا سا منہ بنا کر ہاتھ جھٹکتا ہوا بولا۔

"یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے" دفعتاً اجنبی نے چیخ کر کہا۔

"تو تم یہاں آتے کیوں ہو... حرام کے جنو" اُس نے لاپرواہی سے کہا اور مٹکتی ہوئی چلی گئی ـــــ پھر اُن لوگوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اجنبی کو ڈھکیل کر ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے گئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا تاکہ وہ شور نہ مچا سکے۔

پھر وہ چاروں فریدی کے بولنے کا انتظار کرنے لگے۔

"سنو! دوستو!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ایسے مواقع روز روز نہ ہاتھ نہیں آتے۔ اگر ہم نے ان لوگوں کو جکڑ لیا تو مالا مال ہو جائیں گے۔ ہمیشہ لمبے ہاتھ مارنے کی فکر میں رہا کرو"

"بات بھی تو بتا یار مرے" ایک نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہمیں ان لوگوں کا پتہ لگانا پڑے گا جو نقلی نوٹ بناتے ہیں"

"تب پھر تم ہمیں پولیس میں بھرتی کرا دو" دوسرے نے قہقہہ لگایا۔

"تم سمجھے نہیں۔ ہم پولیس کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دیں گے۔ خود کمائی

کریں گے۔ کیا سمجھے!"

"کچھ نہیں سمجھے یار —— پھر کوشش کرو" ایک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ہم تمہیں اچھی طرح سمجھتے ہیں —— تم جاسوس ہو —— اور اب یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے!"

وہ فخریہ انداز میں سینہ تانے فریدی کے سامنے کھڑا تھا اور اُس کے بقیہ تین ساتھیوں نے اپنی دانست میں فرار کی ساری راہیں مسدود کردی تھیں۔

"تم لوگ پاگل ہوگئے ہو" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر میں جانا چاہوں تو تمہارے فرشتے بھی نہ روک سکیں گے۔ ہماری دوستی بالکل نئی ہے۔ اگر تم لوگ میرے ہاتھوں زخمی ہوئے تو مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا۔"

سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے فریدی پر ہاتھ چھوڑ دیا لیکن وہ اُسی کے ایک ساتھی کے سر پر پڑا۔ فریدی اُن کے نرغے سے دور کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ایک بار پھر اُس نے کہا۔ "وہم میں نہ پڑو۔ اب بھی میرا دل تمہاری طرف سے بُرا نہیں ہوا۔ ویسے تم مجھے کبھی نہ پاسکو گے۔ میں تم جیسے چالیس آدمیوں کو اسی طرح چھکاتا ہوا ابندری پہاڑیوں تک پہونچ جاؤں گا!"

وہ چاروں بے حس و حرکت کھڑے رہے۔ فریدی پھر بولا۔ "میں کوشش کرتا ہوں کہ قتل سے بچ سکوں مگر میری تقدیر۔ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ تم لوگ مجھے اِس پر مجبور کردو گے اور مجھے زندگی بھر کوفت رہے گی کہ میں نے کسی کو دوست کہہ کر قتل کردیا۔"

اُس نے جیب سے چاقو نکال کر کھولا۔ کر کراہٹ کی آواز سناٹے میں گونج کر رہ گئی۔ پھر اُس نے کہا۔ "تم لوگ بھی اپنے چاقو نکال لو۔ میں تمہیں ایک شاندار کھیل دکھاؤں گا!"

"نہیں دوست!" لمبے آدمی نے آہستہ سے کہا۔ "چاقو رکھ لو۔ ہم غلطی پر تھے!"

فریدی چاقو کا پھل چوم کر اُسے بند کرتا ہوا بولا۔ "خدا کا شکر ہے!"

"خدا کا شکر ہے" چاروں نے بیک وقت دہرایا۔ پھر ایک ایک کرکے وہ چاروں اُس سے بغلگیر ہوئے۔

"اب پھر ہمیں معاملے کی بات کرنی چاہیئے" فریدی نے دری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

وہ چاروں بھی اُس کے سامنے بیٹھ گئے ——— فریدی نے چند لمحے خاموش رہ کر کہا۔

"میں نے ہمیشہ لمبے ہاتھ مارے ہیں۔ بہت اونچے قسم کے معاملات میں شریک رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ آدمی اُن لوگوں کے لیئے صرف کام کرتا ہوگا جو جعلی نوٹ بناتے ہیں۔ بنانے والے خود کبھی انھیں بازار میں نہیں پھیلاتے۔ یہ کام اُن کے ایجنٹ کرتے ہیں۔ بنانے والوں کا کام تو نقلی کے عوض اصلی کرنسی سمیٹنا ہوتا ہے۔ اگر کسی طرح ہم اُن لوگوں تک پہونچ جائیں تو انھیں بلیک میل کر سکتے ہیں"۔

"بلیک میل کیا ہوتا ہے" لمبے آدمی نے پوچھا۔

"کسی کو ڈرا دھمکا کر روپیہ وصول کرنے کو کہتے ہیں۔ ہم انھیں پولیس کا خوف دلا کر اُن سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھیں گے۔ کیا سمجھے!"

"اگر اُنھوں نے نقلی ہی نوٹ تھما دیئے تو"

"میں کہیں مر گیا ہوں۔ تم نے دیکھا کہ میں نے ایک ہی جھلک دیکھ کر تاڑ لیا تھا کہ نوٹ نقلی ہیں"۔

"اچھا اور تیس ہزار"

"اُنھیں جلا دیں گے۔ کچا کام کبھی نہ کرنا چاہیئے۔ پولیس سے بچنا ہی چاہیئے"

"ٹھیک ہے۔ اچھا تو چلو اُس سے پوچھیں"

"ٹھہرو۔ پہلے ایک بات کا فیصلہ کرلو"

"کہہ ڈالو" لمبے آدمی نے کہا۔

"تمہیں ہر حال میں میری بات ماننی پڑے گی۔ تم اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرو گے"۔
"منظور ہے پارٹنر" وہ فریدی کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتا ہوا بولا۔ "ایسے دوست کہاں ملتے ہیں"۔

نئی راہ پہ

حمید نے اخبار اُٹھایا ـــ اور اُس کی نظر سب سے بڑی سُرخی پہ جم گئی ـــ
"دشمنوں کو دوست بنانے والا خود ہی کسی کی دشمنی کا شکار ہو گیا"۔ اور پھر نیچے دی ہوئی تفصیل بڑی سنسنی خیز ثابت ہوئی۔ یہ ڈاکٹر سلمان کی کار کی پر اسرار کہانی تھی جسے کوئی کٹل بالا سے لے بھاگا تھا۔ ڈاکٹر سلمان کو وہاں سے گھر تک ٹیکسی میں آنا پڑا اور جب وہ گھر پہونچا تو اُسے پھاٹک کے سامنے اپنی کار جلی ہوئی ملی ـــ حمید کا خیال فریدی کی طرف گیا۔ وہ یقین کرنے پہ مجبور تھا کہ یہ حرکت فریدی ہی کی تھی۔ وہ اکثر ایسے ہی بے تکے کام کر گذرتا تھا۔ بظاہر وہ بے تکے ہی ہوتے لیکن حمید کی نظر سے آج تک کوئی ایسا واقعہ نہیں گذرا تھا جس کے نتائج دور رس نہ ثابت ہوئے ہوں ـــ حمید نے اُس خبر کو کئی بار پڑھا۔ پھر باہر جانے کے لئے تیاری کرنے لگا۔ لیکن اِسی دوران میں کچھ اِس طرح خیالات میں گم ہوا کہ آدھے کپڑے جسم پہ اور آدھے کرسی کی پشتگاہ پہ پڑے رہ گئے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب ایک دلچسپ ڈرامہ ہوا ہے۔ ایسا دلچسپ کہ شاید زندگی میں ایک ہی بار اُس سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملے۔ وہ خود کو کرنل فریدی کا دشمن ظاہر کر رہا تھا۔ مگر وہ تجربہ کیسا تھا جو اُس پہ اُس زمیں دوز دنیا میں کیا گیا تھا۔ وہ لوگ سارے کام سائنٹفک

اصولوں پر کرتے تھے لیکن یہ کس اصول کے تحت ہو سکتا ہے کہ حمید صرف ایک آدمی سے سالہا سال کے تعلقات ختم کر کے اس کا دشمن ہو جاتا۔ یہ کسی جادوگر کا کمال تو ہو سکتا تھا لیکن شاید سائینس سے اس کا دور کا بھی علاقہ نہ ہوتا ــــ کافی سوچ وچار کے بعد یہ بات حمید کی سمجھ میں آئی کہ اس تجربے کا مقصد پچھلی ذہنی زندگی کو متاثر کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی پچھلے تمام تر تعلقات کے سلسلے میں دشمنی کے جذبات کا اُبھارنا.... تو اس طرح صرف فریدی کے خلاف بغض وعناد کا اظہار یقیناً بے تکا ہوتا۔ اس نے سوچا کہ اب اُسے سارے پُرانے تعلقات پر دشمنوں کی طرح نظر ڈالنی چاہئے ــــ کیوں نہ اس سلسلے میں روحی سے ہی شروعات کی جائے۔ یقیناً اس چیز کی بے تحاشہ پبلسٹی ہو گی اور اس کا مطمح نظر بھی یہی تھا کہ کسی طرح تنظیم کے آدمیوں تک اس کے بدلتے ہوئے رجحانات کی اطلاع پہونچ جائے۔

وہ تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر خفیف سی مُسکراہٹ دکھائی دی۔ اُس نے بلیرڈ روم سے بلیرڈ کھیلنے کی ایک لکڑی حاصل کی اور باہر برآمدے میں آگیا جہاں روحی، نوشابہ اور قاسم تاش کھیل رہے تھے۔ وہ حمید کو بھی اپنی تفریحات میں شریک کرنا چاہتے مگر حمید انکار کر دیتا۔ اُن سے الگ تھلگ گم سم بیٹھا رہتا۔ قاسم کو بھی اس کے اس رویہ پر حیرت تھی۔ بہرحال اب وہ روحی اور نوشابہ کا بلا شرکت غیرے مالک بن بیٹھا تھا۔ روحی بہت کم گھر سے نکلتی۔ زیادہ وقت انھیں لوگوں میں گذارتی۔ شاید اسی کی خاطر نوشابہ نے بھی اپنے اسکول سے ایک ماہ کی چھٹی لے لی تھی۔

اس وقت بھی اُنھوں نے حمید کو برآمدے میں آتے دیکھ کر چہکارتی ہوئی آوازوں سے اُس کا استقبال کیا لیکن حمید کی پیشانی پر پڑی ہوئی سلوٹیں کسی طرح بھی رفع نہ ہوئیں۔

وہ چپ چاپ قاسم کی کرسی کی پشت پر کھڑا ہو گیا۔ وہ لوگ کھیلتے رہے۔ دفعتاً حمید نے ردحی سے کہا۔ "یہ الّو کا پٹھا ۔۔۔ تمہارے کارڈ دیکھ رہا ہے"

"کون" قاسم چونک پڑا پھر ہنسکر بولا۔ "نہیں تو۔ کیوں جھوٹ بولتے ہو"

مگر اُس کی ہنسی دیر تک قائم نہ رہ سکی کیونکہ حمید کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ قاسم کو گالیاں دیتے دیتے خاموش ہو گیا ہو۔ قاسم کو فوراً ہی یاد آ گیا کہ حمید نے اُسے الّو کا پٹھا کہا تھا۔ اُس نے جھینپی ہوئی نظروں سے نوشابہ اور ردحی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی متحیرانہ انداز میں حمید کو دیکھ رہی تھیں۔ حمید قاسم کو اسطرح گھور رہا تھا جیسے چوری سے کسی کے کارڈ دیکھ لینا قتل کر دینے کے مترادف ہو۔

"ابے تم ہوش میں ہو یا نہیں" قاسم غرا کر کھڑا ہو گیا۔

"چپ رہو بدتمیز" حمید نے چھوٹتے ہی لکڑی اُس کے سر پر رسید کر دی۔

"ہائیں ۔۔۔ !" قاسم نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور اس کی آنکھیں اپنے حلقوں سے نکلتی ہوئی معلوم ہونے لگیں اس پر حیرت اور غصے نے بیک وقت حملہ کیا تھا۔

نوشابہ اور ردحی بھی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"کمینے ... کتے" حمید نے دوبارہ لکڑی گھمائی اور وہ اس بار قاسم کے شانے پر پڑی اور قاسم کھوپڑی سے باہر ہو گیا۔

"مار ڈالوں گا" وہ دہاڑتا ہوا حمید کی طرف لپکا۔ لیکن حمید نے جھکائی دے کر پھر ایک لکڑی رسید کر دی۔

"ابے پاگل ہو گیا ہے ۔۔۔ مار ڈالوں گا" اس بار قاسم نے پوری قوت سے حملہ کیا۔ لیکن چوتھی لکڑی بھی اُس کے مقدر میں تھی۔

"یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو" ردحی نے چیخ کر کہا۔

ہرسٹ اپ۔" حمید نے اُس کی طرف بھی لکڑی گھمائی اور وہ برآمدے کے ستون پر پڑی۔ قاسم کا دوسرا حملہ اُسے برآمدے سے نیچے لے گیا۔ جیسے ہی قاسم زمین پر گرا حمید نے دو تین لکڑیاں اور رسید کر دیں۔

غصے کی وجہ سے قاسم کی حالت دگرگوں تھی۔ وہ پھر اُٹھا اور زمین سے بڑے بڑے پتھر اُٹھا کر حمید پر پھینکنے لگا۔ وہ حمید کی طرح اُچھل کود نہیں سکتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے حمید نے ریوالور نکال لیا اور برآمدے میں کھڑی ہوئی عورتیں چیخنے لگیں۔ حمید نے فائر کر دیا۔ قاسم چیختا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا حالانکہ یہ حقیقت تھی کہ گولی اُس کے سر سے ایک فٹ اونچی گئی تھی۔

پھر اُس نے ایک فائر برآمدے کی طرف بھی کیا۔ کسی دروازے کا شیشہ جھنجھنا کر چور ہو گیا اور دونوں عورتیں چیختی ہوئی ایک دوسرے پر گرنے لگیں۔

اس کے بعد حمید دو ہی تین جستوں کے بعد پائیں باغ کے باہر تھا۔ وہ پوری قوت سے سڑک پر دوڑتا رہا۔ لیکن اُس کے پیچھے دوڑنے والا کوئی نہیں تھا۔ روحی کے نوکر اُن لوگوں کو سنبھالنے میں لگ گئے تھے۔

تقریباً دو تین فرلانگ تک وہ ایک ہی رفتار سے دوڑتا رہا پھر اُس کی سانس پھول گئی۔ چونکہ وہ اترائی تھی اس لئے اتنی دور تک چلا بھی آیا تھا ورنہ چڑھائی پہ اس طرح دوڑنا ممکن نہ ہوتا۔ وہ سڑک کے کنارے ایک چٹان سے ٹک کر دم لینے لگا۔

یہاں سے شہر تک پہنچنا بھی ایک مشکل مسئلہ تھا۔ وہ جلد از جلد ان اطراف سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ روحی اس واقعے کی اطلاع ماتھر کو ضرور دے گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اب تک اُسے مطلع کر بھی چکی ہو کیونکہ کوٹھی میں فون موجود تھا۔

وہ پھر اُٹھا اور چلنے لگا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں قاسم ہی اُس کی تلاش میں نہ چل پڑے۔ اب وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان لوگوں سے دوبارہ مڈبھیڑ ہو۔ لہٰذا وہ سڑک کے بائیں جانب والے نشیب میں اُترنے لگا۔ دفعتاً اُسے کسی گاڑی کی آواز سنائی دی مگر وہ کسی ٹرک ہی کی کرخت آواز ہو سکتی تھی۔ روجی کی اسٹیشن ویگن بے آواز تھی۔ حمید چلتے چلتے رُک گیا۔ موڑ پر اُسے ٹرک کا اگلا حصّہ دکھائی دیا اور حمید پھر بڑی پھرتی سے سڑک پر آ گیا۔ ہاتھ اُٹھا کر ٹرک رکوائی اور جھنجھلائے ہوئے ڈرائیور کو کسی نہ کسی طرح اس بات پر آمادہ کر ہی لیا کہ وہ اُسے شہر پہونچا دے اور اس کے عوض اُس نے دس دس کے دو نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ اُسنے اُسے اپنے پاس ہی بٹھا لیا ـــ اور حمید بڑبڑانے لگا۔ "یہ سالے دوست بھی بڑے کمینے ہوتے ہیں۔ ایسا مذاق کرتے ہیں کہ گولی مار دینے کو جی چاہتا ہے۔"

ڈرائیور جو اُسے شبہے کی نظر سے دیکھ رہا تھا بولا۔ "کیوں صاحب!"

"ارے ہم جا رہے تھے پکنک پہ چلو ادھر راستے میں پیشاب کے لئے مجھے اترنا پڑا۔ کمبخت گاڑی نکال لے گئے۔ میں وہیں کا وہیں رہ گیا۔۔۔ خدا غارت کرے۔"

ڈرائیور ہنسنے لگا اور غالباً اُس کے شکوک و شبہات ختم ہو گئے۔

شہر پہونچ کر حمید نے ڈاکٹر سلمان کی کوٹھی کی راہ لی۔ چار بج چکے تھے۔ اُسے وہاں پہونچنے میں دیر نہیں لگی کیونکہ شہر پہونچتے ہی اُس نے ایک ٹیکسی لے لی تھی۔ آسٹن وہ کار اب بھی پھاٹک کے سامنے موجود تھی اُسے اُس جگہ سے ہٹا کر کہیں اور نہیں لے جایا گیا تھا۔ حمید ٹیکسی سے اُتر کر پھاٹک کی طرف بڑھا اور نہایت اطمینان سے باغ کی روش پر ٹہلتا ہوا پورچ کی طرف جانے لگا ـــ پوری عمارت پر سکون طاری تھا۔ شائد ادارۂ روابط عامہ کا دفتر بھی بند ہو چکا تھا۔

حمید نے جیسے ہی پورچ میں قدم رکھا اُس کی عاقبت روشن ہو گئی۔ بام کے

بڑے گملے پر ایک پیر رکھے اور ستون سے ٹیک لگائے ایک بڑی خوبصورت لڑکی خلا میں گھور رہی تھی۔ وہ یقیناً خوبصورت تھی اور اس کی آنکھیں خوابناک سی تھیں خفیف سے کھلے ہوئے ہونٹوں کے درمیان سفید دانتوں کی چمکدار لکیر جھانک رہی تھی اور ایک آوارہ سی لٹ اس کے بائیں گال پر جھول گئی تھی۔

حمید کو دیکھ کر وہ سیدھی کھڑی ہو گئی ــــــــ

"میں ڈاکٹر سلمان سے ملنا چاہتا ہوں۔" حمید نے بڑی شائستگی سے کہا۔

لڑکی چند لمحے خاموش کھڑی رہی پھر بولی۔ "کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

اسکا لہجہ حمید کو اچھا نہیں لگا۔ لیکن پھر بھی اس نے اپنی پہلی سی شائستگی کے ساتھ جواب دیا۔ "یہ انہیں معلوم ہے"

"وہ گھر میں موجود ہیں مگر نہیں ملیں گے" لڑکی نے کہا اور برابر بولتی رہی۔ دم لئے بغیر پھر ایک لمحے کے لئے رکی اور اسی طرح سر جھکا کر گردن اکڑائی جیسے تھوک نگلنے کیلئے رکی ہو ــ اسکے بعد پھر زبان چل پڑی۔ "آدمی کتے سے بہتر نہیں ہوتا۔ مجھے آدمیوں سے نفرت ہے۔ بھائی جان ماہر نفسیات ہیں یہ اور زیادہ کتا پن ہے۔ پچھلی رات کسی کتے نے ان کی کار جلا دی۔ ایک ایسے آدمی کو خوامخواہ نقصان پہونچایا جو امن اور انسانیت کے پرچار کے لئے اپنی زندگی وقف کر چکا ہے۔ اور یہ اخبار والے بھی اتنے کتے ہیں کہ ان پر طنز کر رہے ہیں۔ دشمنوں کو دوست بنانے والا خود ہی کسی کی دشمنی کا شکار ہو گیا۔ لعنت ہے اس کالی صحافت پر ہمدردی ظاہر کرنے کے بجائے طنز کرتے ہیں کتے ــ آپ تشریف لے جائیے۔ بھائی جان آپ سے نہیں ملیں گے۔"

"آپ آدمی کو کتا سمجھتی ہیں" حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں ــ میں سمجھتی ہوں ــ پھر ــ!"

"تب ہم دونوں کے خیالات میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ میں آدمی کو گدھا سمجھتا ہوں

"آپ غلط سمجھتے ہیں۔ ہمارے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔"

"کیوں! میں غلط کیوں سمجھتا ہوں۔"

"گدھے ایک دوسرے پر حملہ نہیں کرتے۔"

"معاف کیجئے گا۔ آپ گدھوں کے متعلق کچھ نہیں جانتیں۔"

"آپ کیا بکواس کر رہے ہیں۔" لڑکی کی آواز غصیلی ہو گئی۔ "آپ میری معلومات کو چیلنج نہیں کر سکتے۔"

"میں کر سکتا ہوں۔ میں گدھوں پر اتھارٹی ہوں۔ خیر اگر آپ کی معلومات گدھوں کے متعلق بہت وسیع ہیں تو یہی بتا دیجئے کہ گدھے کس عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔"

"میں نہیں جانتی۔ آپ چلے جائیے۔" وہ جھنجھلا گئی۔

"میں ڈاکٹر سلمان سے ملے بغیر نہیں جاؤں گا۔"

لڑکی پیر پٹختی ہوئی اندر چلی گئی۔ حمید سمجھا شاید وہ ڈاکٹر سلمان کو اطلاع دینے گئی ہے ــــ لیکن جب پانچ منٹ تک اُسے یونہی کھڑے رہنا پڑا تو اُس نے یہ خیال ترک کر دیا کہ لڑکی نے ڈاکٹر سلمان سے اسکا تذکرہ بھی نہ کیا ہوگا۔

وہ پھر برآمدے میں پہونچ کر گھنٹی کا بٹن دبانے لگا۔ جلد ہی دروازے میں ایک ملازم کی شکل دکھائی دی۔ حمید نے اُسے اپنا کارڈ دیا۔

پھر اُسے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ نوکر نے واپس آکر اُسے ڈرائینگ روم میں پہونچا دیا۔

ڈاکٹر سلمان بھی ڈرائینگ روم میں جلد ہی آگیا۔ حسب معمول اس وقت بھی اسکا چہرہ کھلا ہوا تھا۔

"کہئے کیپٹن۔ کیسے تکلیف فرمائی۔" اُس نے حمید سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو میں آپ کے اس نقصان پر افسوس ظاہر کرونگا!"

"اوہ!" ڈاکٹر سلمان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "جانے بھی دیجئے۔ اگر ایک آدمی یا آدمیوں کو ایسی سے کچھ قلبی سکون حاصل ہوا ہے تو یہ سودا میرے لئے مہنگا نہیں۔"

"آپ سچ مچ دیوتا ہیں۔" حمید اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"نہیں کیپٹن میں صرف انسان ہوں۔"

"اگر انسان بھی ہیں تو میں آپ کو سپرمین کہوں گا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں ایک معمولی آدمی ہوں۔ ہاں فرمائیے۔ میرے لائق کوئی خدمت۔"

حمید کے چہرے پر اُلجھن کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ آہستہ سے بولا۔ "میں تو سمجھا تھا کہ آپ سچ مچ مجھ سے نہ ملیں گے۔"

"کیوں؟" ڈاکٹر سلمان چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"وہ ایک صاحبہ باہر ملی تھیں۔ بڑی دیر تک مجھے دھتکارتی رہیں۔ پھر اندر چلی گئیں۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ اب کسی سے نہ ملیں گے۔ اور آدمی دراصل کتا ہے۔"

"اوہ!" ڈاکٹر سلمان یک بیک مغموم نظر آنے لگا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "مجھے افسوس ہے کیپٹن وہ میری بہن ساحرہ رہی ہوں گی۔ جتنا میں انسان ہوں اتنی ہی وحشی ہے وہ۔"

"کوئی بات نہیں ۔۔ کوئی بات نہیں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔

"نہیں کیپٹن اُس کے لئے میں بہت مغموم رہتا ہوں۔"

پھر کمرے کی فضا پر گہری خاموشی مسلط ہو گئی۔

"میں دراصل۔۔۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اپنی زندگی سے تنگ آگیا ہوں۔"

"نہیں۔ ایسا نہ کہئے۔ قوم کی بہت سی اُمیدیں آپ کی ذات سے وابستہ ہیں۔"

"اسی لئے میں خودکشی کر لینا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے تمام دوستوں سے نفرت

ہو گئی ہے۔ میں ہر ایک کے متعلق سوچتا ہوں کہ اُسے کوئی نہ کوئی نقصان پہونچا دوں۔"

"آپ صرف اپنے ماحول سے اُکتاہٹ کے شکار معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ کوئی مستقل ذہنی مرض نہیں ہے جس کے لئے آپ پریشان ہوں۔"

"یہاں میں آپ سے متفق نہیں ہو سکوں گا۔ آپ مجھے کسی طرح بھی مطمئن نہ کر سکیں گے کیونکہ ماحول سے اُکتائے ہوئے لوگ کوئی خطرناک قدم نہیں اُٹھا دیتے۔"

"میں نہیں سمجھا کیپٹن۔" ڈاکٹر سلمان اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"آج میں نے اپنے تین دوستوں پر گولیاں چلائی ہیں اور میں نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہیں یا مر گئے۔"

"نہیں — ؟" ڈاکٹر سلمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں ڈاکٹر یقین کیجئے۔ کچھ تعجب نہیں کہ اس وقت تک رام گڈھ کی پولیس میرے خلاف حرکت میں آگئی ہو — میں نے روحی، اُس کی کرایہ دار نوشابہ اور اپنے دوست قاسم پر گولیاں چلائی تھیں۔"

"کہاں۔"

"روحی کی کوٹھی میں۔ میرا قیام چند گھنٹے پہلے وہیں تھا۔"

"اوہ تب تو یہ واقعی بہت بُرا ہوا ... ٹھہرئیے ... میں فون —"

"نہیں ڈاکٹر۔ آپ پوچھ گچھ کرنے کی غلطی نہ کیجئے گا۔ اگر آپ کو میرے بیان پر شبہ ہے تو وہ کل صبح تک رفع ہو جائیگا۔ اخبارات میں خبر ضرور آئے گی۔"

"خیر جانے دیجئے۔ ہو سکتا ہے پولیس کو کسی قسم کا شبہ ہو جائے۔"

"یہی مطلب ہے۔ اور پھر کرنل فریدی بھی یہیں کہیں مقیم ہے۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں کہاں ہوں تو میرا رُخ ٹھیک پھانسی گھر کی طرف ہوگا۔"

"کرنل فریدی ہے کہاں۔"

"کاش میں جانتا ہوتا۔ وہ اب تک مجھ سے فراڈ کرتا رہا ہے۔ مجھے ہر خطرناک موقع پہ قربانی کا بکرا بناتا رہا ہے۔ میں جب اس کی پچھلی حرکتوں پہ غور کرتا ہوں تو میرا خون کھولنے لگتا ہے۔"

"تو کیا آپ کرنل فریدی پہ بھی اسی طرح حملہ کر سکتے ہیں؟"

"ہاں ڈاکٹر! میں یہی محسوس کرتا ہوں۔ وہ جب بھی سامنے آیا اس کی کھوپڑی اڑا دوں گا خواہ شارع عام ہی پہ مجھے ریوالور نکالنا پڑے۔"

ڈاکٹر سلیمان کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "اگر یہ صحیح ہے کہ آپ نے ان تینوں پہ گولیاں چلائی ہیں تو اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"مجھے پولیس سے چھپنا پڑے گا اس وقت تک جب تک کہ فریدی کا کام نہیں تمام کر دیتا۔ اس کے بعد خواہ مجھے کتوں سے نچوا ڈالا جائے مجھے پرواہ نہ ہوگی۔"

"کیپٹن میں تمہارا علاج کر دوں گا۔ یہ کیس میرے لئے بالکل انوکھا ہے اس کے لئے میں پولیس کا خطرہ بھی مول لے سکتا ہوں یعنی آپ یہیں قیام کریں گے۔"

"نہیں ڈاکٹر۔ میں آپ کو کسی مصیبت میں نہیں پھنسانا چاہتا۔"

"دیکھئے اگر میں آپ کو مجرم سمجھتا ہوتا تو آپ اس وقت یہاں نہ دکھائی دیتے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جس وقت آپ نے ان لوگوں پر گولی چلائی تھی، ہوش میں نہیں تھے۔"

"قطعی نہیں۔ مجھے بس اتنا ہی یاد ہے کہ میں نے ان پہ فائر جھونک مارے تھے۔ اور اس کے بعد وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ میرا سارا سامان بھی وہیں رہ گیا ہے۔"

"تو آپ یہاں رام گڈھ کس طرح پہونچے۔ کیا پیدل آئے ہیں؟"

"نہیں اتفاقاً ایک ٹرک مل گیا تھا۔"

"اچھا تو بس اب آپ کہیں نہیں جائیں گے۔" ڈاکٹر سلمان نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

"جیسی آپ کی مرضی۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"مگر کیپٹن!" ڈاکٹر سلمان کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "آپ سیدھے یہیں کیوں چلے آئے۔ کیا آپ کو یقین تھا کہ میں آپ کے ساتھ یہی برتاؤ کروں گا۔"

"ہاں مجھے یقین تھا۔"

"آخر کس بنا پر؟"

"میں نہیں جانتا۔ میرا دل کہتا تھا کہ آپ اس حال میں بھی مجھ سے انسانیت ہی کا برتاؤ کریں گے۔"

"گویا... یہاں بھی آپ بیہوشی ہی کے عالم میں آئے ہیں۔" ڈاکٹر سلمان نے کہا۔

"کیوں — نہیں تو — بھلا میں بیہوشی کے عالم میں ٹرک ڈرائیور سے باتیں کیسے بناتا۔"

پھر حمید نے اُسے بتایا کہ اُس نے کس طرح ٹرک ڈرائیور کو یہ یاد دلانے کی کوشش کی تھی کہ اُس کے چند دوست اُسے وہاں شرارتاً چھوڑ گئے تھے۔

"یہ ایک بہت زیادہ اُلجھا ہوا نفسیاتی کیس ہوگا۔" ڈاکٹر سلمان نے تشویش کن لہجے میں کہا۔ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ "کیا کبھی آپ کے دل میں میرے خلاف نفرت کے جذبات بھی پیدا ہوئے تھے۔"

"بلاشبہ پیدا ہوئے تھے۔ حمید نے اعتراف کیا۔

"کیوں؟"

"میرا خیال تھا کہ ادارۂ روابط عامہ فراڈ ہے۔ آپ نے روپے وصول کرنے کے لئے خود ہی اُس پر حملے کرائے تھے۔ یقیناً اُس وقت دل میں آپ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہونے تھے۔ مگر اب نہ جانے کیوں میں سوچتا ہوں کہ آپ تو دیوتا ہیں۔ بیسویں صدی کے گوتم بدھ۔"

"میرے خدا۔" ڈاکٹر سلمان ہنسنے لگا۔ "آپ میری طرف سے اتنے بدگمان تھے!"
"مجھے انتہائی ندامت ہے ڈاکٹر۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے یہ بات آپ پر کیوں ظاہر کی۔ شائد میں اب بھی ہوش میں نہیں ہوں۔"
حمید خاموش ہو کر مضطربانہ انداز میں اپنی پیشانی رگڑنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ دوسری بات بھی آپ کو بتاؤں یا نہ بتاؤں۔"
"دوسری کون سی بات!" ڈاکٹر سلمان آگے جھک آیا۔
"کرنل فریدی سے متعلق ہے۔"
"ضرور بتائیے۔"
"اُس نے آپ کے متعلق ایک بہت بڑا شبہہ ظاہر کیا تھا۔
"وہ کیا؟"
"یہی کہ آپ طاقت کی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔"
"میں نہیں سمجھا۔ طاقت کی تنظیم۔ کیا مطلب۔"
"میں نہ جانے کیا بک رہا ہوں ڈاکٹر۔ کچھ نہیں۔ یہ سب کچھ آپ کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے۔" حمید دفعتاً اپنے بال نوچنے لگا۔
"اوہو!۔۔ اوہو۔" ڈاکٹر سلمان جلدی سے اُٹھ کر اُس کے ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔ "مت سوچیئے وہ باتیں۔۔ جن سے آپ کو اُلجھن ہوتی ہو۔ چلیئے۔ میں آپ کو وہ کمرہ دکھا دوں جہاں آپ کا قیام ہوگا۔"

دوسری آگ

فریدی نے اُس جعلساز کو اس لئے نہیں پکڑا تھا کہ اُن بدمعاشوں پر اُسکا رعب پڑے بلکہ آج کئی ماہ سے اس قسم کے جعلی نوٹ بازار میں پھیل رہے تھے لیکن ابھی تک کوئی ایسا آدمی نہیں پکڑا جاسکا تھا جس کے پاس سے زیادہ تعداد میں نوٹ برآمد ہوتے۔ ویسے لاکھوں روپیوں کی جعلی کرنسی بازار میں موجود تھی۔

طاقت کی تنظیم کا دوبارہ سراغ ملتے ہی فریدی نے سوچا تھا ممکن ہے اس حرکت کا تعلق بھی اُسی سے ہو۔ کیونکہ اتنے پر اسرار طریقے پر جعلی کرنسی کا پھیلا دینا معمولی آدمیوں کے بس کا روگ نہیں۔ اور پھر وہ جعلی کرنسی بھی ایسی ہی تھی کہ ماہرین کے علاوہ شاید ہی کوئی اس کی شناخت کر سکتا۔

بہرحال یہ پہلا ہی آدمی تھا جس کے پاس اتنی زیادہ تعداد میں اُسی قسم کے جعلی نوٹ ملے تھے۔ پچھلی رات اُس نے اُس آدمی کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ سب کچھ اُگل دے اور اُس کی تدابیر اس سلسلے میں کارگر ہی ہوئی تھیں۔

اُس نے صبح تک اُسے بند رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔ مگر نوٹ اُسے واپس نہیں کئے۔ صرف اتنا روپیہ اُسے دیا گیا تھا کہ وہ رام گڈھ سے باہر چلا جائے۔ اور فریدی نے سرائے ہی کے بدمعاشوں میں سے ایک کو اُس کے پیچھے لگا دیا تھا کہ وہ اُس کی نقل و حرکت پر نظر رکھے۔ یعنی وہ اُس کے مشورے پر رام گڈھ سے باہر جاتا بھی ہے یا نہیں۔

اُس نے ایک عمارت کا پتہ بتایا تھا جہاں سے جعلی نوٹ آدھی قیمت پر

دستیاب ہوتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اب فریدی نے اُن چاروں آدمیوں کو اپنے کام سے متعلق ٹریننگ دینی شروع کی اور جلد ہی اندازہ کر لیا کہ وہ کام کے ثابت ہو سکیں گے۔

وہ عمارت جس کا پتہ اُس نے بتایا تھا سرائے سے زیادہ دور نہیں تھی اور وہاں رام گڑھ کی ایک بدنام ترین متمول عورت رہتی تھی۔ وہ چاروں تو اُسکا نام ہی سُن کر کانپ گئے تھے۔ اُنھوں نے اُسے بتایا کہ وہ ایک خطرناک عورت ہے۔ رام گڑھ کے حکام اُس کے قبضے میں ہیں اور وہ روز آنہ درجنوں غیر قانونی کام کر ڈالتی ہے۔ رام گڑھ کے اونچے اونچے بدمعاش اُس کی مٹھی میں ہیں۔ اس کا نام سُنکر اُنھوں نے فریدی کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اُن کا کہنا تھا کہ وہ اُنھیں پہچانتی ہے۔ بمشکل تمام فریدی نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ لوگ پس منظر ہی میں رہ کر اُس کے لئے کام کریں گے۔

فریدی اُس عورت تمارا کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ انھیں چاروں کی زبانی اُسے بہتیرے حالات معلوم ہوئے۔ وہ ایک مقامی رئیس کی بیوہ تھی لیکن یورپ کی رہنے والی تھی۔ نہ صرف اُردو بلکہ مشرق کی کئی زبانیں بے تکلف بول سکتی تھی۔ کافی دولتمند تھی اور کئی مقامی حکام اُس کے قرضدار تھے۔

فریدی کو اس کی شخصیت بڑی دلچسپ معلوم ہوئی۔

یہ اُسی شام کی بات ہے جب حمید نے ڈاکٹر سلمان کے یہاں پناہ لی تھی۔ فریدی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "تم ڈرو نہیں۔ میں رام گڑھ کے اونچے سے اونچے بدمعاش سے ٹکرانے کی ہمت رکھتا ہوں۔"

"اگر پولیس سے مڈبھیڑ ہوئی تو۔" ایک نے کہا۔ "تمارا کے خلاف نہیں جائے گی پولیس۔"

"پولیس کس چڑیا کا نام ہے۔" فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔ "کبھی رَن پڑے

تو پھر دیکھنا میرے کمال!"

"یار تم بڑے تیس مار خاں بنتے ہو" پہلے آدمی رانو نے کہا۔

"رانو! تم مجھے نہیں جانتے۔ میں خاندانی آدمی ہوں۔ کبھی سلطانہ ڈاکو کا نام سنا ہے؟"

"ارے واہ! کس نے نہ سنا ہوگا!"

"وہ میرا چچا لگتا تھا!"

"نہیں!" رانو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں دوست! یہ سب کچھ خاندانی فیض ہے۔ چچا نے کئی گر مجھے سکھائے تھے جو آج میرے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم — پولیس سے کس طرح بچنا چاہئے۔ اگر ساتھی غداری کریں تو انھیں مار ڈالنے کی سب سے آسان تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ پانی میں کم از کم آٹھ گھنٹے تک ڈوبے رہنے کے باوجود بھی زندہ رہنا — بہتیری باتیں رانو — اور یہ سارے گر مجھ سے وہی حاصل کر سکے گا جو میرا چہیتا ہو۔ آخیر وقت تک میرے لئے جان لڑاتا رہے!"

وہ چاروں خاموش رہے ابھی تک ان کی حیرت رفع نہیں ہوئی تھی۔

اسکیم کے مطابق فریدی کو سات بجے سرائے چھوڑ دینی تھی۔ ساڑھے چھ بجے وہ آدمی واپس آیا جسے اس جواری کے پیچھے لگایا گیا تھا۔ اس نے اطلاع دی کہ جواری نے رام گڑھ چھوڑ دیا ہے۔ وہ خود اسے ٹرین پر بیٹھتے دیکھ چکا تھا۔

فریدی کے استفسار پر اس نے بتایا کہ جواری یہاں سے نکلنے کے بعد کسی سے بھی نہیں ملا تھا اور وہ بہت زیادہ خائف نظر آتا تھا۔ اس نے اپنا زیادہ تر وقت ریلوے اسٹیشن پر گذارا تھا۔

فریدی ٹھیک سات بجے سرائے سے نکل گیا۔ وہ ابھی تک اسی پرانے میک اپ

میں تھا۔ یہاں پر اُس کے پاس میک اَپ کا دوسرا کوئی سامان نہیں تھا ورنہ وہ اُسی جواری کے میک اَپ کو ترجیح دیتا۔ حقیقتاً اُسے اس وقت جو کچھ بھی کرنا تھا اُسی جواری کی حیثیت سے کرنا تھا۔ اُس نے اُسے جعلی نوٹ حاصل کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے سارے مراحل سے آگاہ کر دیا تھا۔

وہ ریجنٹ سینما کے قریب پہونچا۔ اُس جگہ بہت سی کاریں کھڑی تھیں۔ پھر وہ ساڑھے سات بجنے کا انتظار کرتا رہا۔ ابھی دس منٹ باقی تھے۔ اُس نے ایک سگریٹ سلگایا اور بجلی کے کھمبے سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے اُس نے ہونٹ سکوڑ کر تین بار سیٹی بجائی۔ پاس ہی کی ایک کار سے اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا گیا۔ کار میں ڈرائیور کی سیٹ پر ایک ہی آدمی تھا۔ فریدی اُس کا دروازہ کھول کر پچھلی نشست پر بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد کار پھر رُکی اور وہ بُری عورتوں کی بستی میں تھا۔ ڈرائیور نے ایک بالاخانے کے زینوں کی طرف اشارہ کیا۔ فریدی دروازہ کھول کر نیچے اُترا اور کار آگے بڑھ گئی۔

دوسرے لمحے میں وہ زینے طے کرتا ہوا اوپر جا رہا تھا۔ اُس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ اوپر ایک ادھیڑ عمر عورت نے اس کا استقبال کیا۔

"تشریف رکھیے جناب۔" وہ اُسے اوپر سے نیچے تک دیکھتی ہوئی بولی۔ "آپ نے غلط جگہ کا انتخاب نہیں کیا۔ ہم اعلیٰ پیمانے پر آرام و آسائش کا انتظام رکھتے ہیں ــــ جس قوم یا نسل کی لڑکی جناب کو پسند ہو مجھے آگاہ کریں۔"

"میں ایسی لڑکی چاہتا ہوں جس کا نام "ت" سے شروع ہوتا ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ ــــ اچھا... ٹھہریئے۔" اُس نے ایک میز کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

پھر وہ میز پر جھک کر کچھ لکھنے لگی۔ واپسی پر اُس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا جسے
اُس نے کچھ کہے بغیر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ" فریدی پرزے پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ اور الٹے پاؤں زینوں سے
نیچے اُترتا چلا آیا۔ سڑک پر پہونچکر اُس نے ایک ٹیکسی لی اور ڈرائیور سے "پٹیل دار"
چلنے کو کہتا ہوا پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ پٹیل دار میں زیادہ تر نچلے طبقے کے لوگ آباد
تھے۔ خال خال کوئی بڑی عمارت نظر آجاتی تھی اور انھیں بڑی عمارتوں میں سے
ایک کا پتہ لکھ کر اُس عورت نے فریدی کو دیا تھا۔ پٹیل دار تک پہونچنے میں ایک
گھنٹہ صرف ہوا۔ ٹھیک اُسی عمارت کے سامنے ٹیکسی رُک گئی جہاں فریدی کو پہونچنا تھا۔

عمارت بڑی ضرور تھی لیکن اُس کے سامنے پائیں باغ نہیں تھا حالانکہ یہ چیز
کم از کم رام گڈھ کے ماحول کے خلاف تھی جہاں معمولی سے معمولی عمارت بھی پائیں باغ
سے محروم نظر نہیں آتی تھی۔ رام گڈھ والوں کو پھولوں اور ہریالی سے عشق تھا۔
وہ لوگ جو سڑی گلی لکڑی کی جھونپڑیوں میں رہتے تھے وہ بھی کم از کم اُن پر عشق پیچاں
کی ایک آدھ بیل ضرور چڑھا دیتے تھے —

فریدی ٹیکسی واپسی پر کی تھی۔ اُس نے ڈرائیور کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ وہ اُسے
عمارت کے سامنے چھوڑ کر کچھ آگے بڑھ جائے گا — اور وہیں اُس کی واپسی
کا منتظر رہے گا۔

صدر دروازے پر پہونچکر اُس نے دستک دی۔ دروازہ کھلا لیکن اندھیرا
ہونے کی بنا پر وہ دروازہ کھولنے والے کی شکل نہیں دیکھ سکا۔

"کیا بات ہے۔" اندھیرے سے آواز آئی۔

"پانچ سو پچیس" فریدی نے جواب دیا۔

"ٹکٹ نکال دو" اندھیرے میں کہا گیا۔

"چار سو چوالیس" فریدی نے شاید جواباً کہا۔ کیونکہ لہجہ جواب ہی دینے کا سا تھا۔
"آجاؤ!" اندھیرے سے کہا گیا اور طویل راہداری میں فریدی کو ٹارچ کی روشنی دکھائی دی۔ وہ اندر داخل ہو گیا مگر اُس کے دونوں ہاتھ اب بھی کوٹ کی جیبوں میں تھے۔

راہداری طے کرکے وہ ایک بڑے کمرے میں آئے جہاں بہت ہی گھٹیا قسم کا فرنیچر موجود تھا اور فرش پر پڑے ہوئے قالین سالخوردہ تھے مگر وہاں بہت زیادہ قوت کے بلب روشن تھے اور اُس تیز روشنی میں وہاں کا گھٹیا سامان اور زیادہ بدنما معلوم ہوتا تھا۔ کمرے میں فریدی اور اُس کے راہبر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

اب فریدی نے اُس آدمی کو روشنی میں دیکھا جس نے دروازہ کھولا تھا۔ ایک لمبا تڑنگا اور مضبوط ہاتھ پیر کا آدمی تھا۔ گردن اور چہرے کی بناوٹ خصوصیت سے کسی گینڈے کی یاد دلاتی تھی۔ وہ فریدی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ہوں!" اُس نے اس طرح کہا جیسے آمد کا مقصد معلوم کرنا چاہتا ہو۔ مگر فریدی نے اُس کی آنکھوں سے جھلکتی ہوئی بے یقینی صاف پڑھ لی تھی۔

فریدی مسکرا کر بولا۔ "بزنس!"

"اچھا۔ اچھا۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں اطلاع کرتا ہوں!"

وہ دوسرے دروازے سے نکل گیا۔ فریدی انتظار کرتا رہا۔ اُس کے دونوں ہاتھ اب بھی کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ ایک آدمی کے ساتھ واپس آیا اور دوسرا آدمی بھی آتے ہی فریدی کو گھورنے لگا۔ یہ متوسط اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ عمر بھی تیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔

"کیوں۔ بزنس!" اُس نے آہستہ سے کہا۔ لیکن اُس کی تیز آنکھیں فریدی

ہی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"تم لوگ وقت کیوں برباد کر رہے ہو میرا۔" فریدی نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آج دلیپ نہیں آسکا۔ میں آیا ہوں۔ میں اسکا پارٹنر ہوں!"

"تم پارٹنر ہو" گرانڈیل آدمی مسکرایا۔

"اپنے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا لو۔" نئے آنے والے نے دفعتاً ریوالور نکال لیا۔

"مجھے یہ نہیں بتایا تھا دلیپ نے۔" فریدی جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب ہم بتا دیں گے۔ ہاتھ اٹھاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

فریدی کا بایاں ہاتھ جیب سے نکلا اور ساتھ ہی داہنی جیب سے ایک فائر ہوا۔ یہ سب کچھ اتنے غیر متوقع طور پر ہوا کہ چوٹ کھائے ہوئے آدمی کو سنبھلنے کا بھی موقعہ نہ مل سکا۔ ریوالور اچھل کر دور جا پڑا تھا اور وہ خود اپنا زخمی ہاتھ دبائے ہوئے فرش پر آرہا۔

فریدی ریوالور کا رُخ گرانڈیل گینڈے کی طرف کئے ہوئے وہاں آیا جہاں دوسرا ریوالور گرا تھا اور اُسے اُٹھا کر جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "میرا بزنس اسی طرح صاف ہوتا ہے اور ہاں مجھے یہ یقین دلانے کی کوشش نہ کرنا کہ اس عمارت میں تم دونوں کے علاوہ بھی کوئی اور موجود ہے۔"

گرانڈیل آدمی کچھ نہ بولا۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا دیئے تھے اور زخمی آدمی اپنا داہنا ہاتھ دبائے کھڑا تھا۔ گولی کھال پھاڑتی ہوئی دوسری طرف کی دیوار سے جا ٹکرائی تھی اور اب فرش پر پڑے ہوئے قالین داغدار ہوتے جارہے تھے۔

"دو آدمی پہچان کر ریوالور نکالا کرو دوستو!" فریدی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"تم کون ہو؟" گرانڈیل آدمی غرایا۔
"میں دلیپ کا پارٹنر نہیں ہوں۔ بلکہ اس کی ہڈیاں توڑ کر یہاں تک پہونچنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ اور میں بزنس کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے پچپن ہزار کی اصلی کرنسی چاہیئے۔ وہ نہیں جو تم بازار میں پھیلاتے ہو۔ غالباً اب تم میرے بزنس کی نوعیت سمجھ گئے ہو گے؟"
وہ دونوں خاموش کھڑے رہے۔ زخمی آدمی کا چہرہ زرد پڑتا جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے ذہن سے لڑ رہا ہو۔ بہرحال اس کے متعلق فریدی کا اندازہ تھا کہ کافی جاندار آدمی ہے۔
"بزنس۔ مجھے جلدی ہے۔"
"تم کون ہو؟" گرانڈیل آدمی نے پھر پوچھا۔
"میں کوئی مشہور آدمی نہیں ہوں کہ نام بتانے سے تم مجھے پہچان لو۔ اس لئے اس کے چکر میں نہ پڑو۔ میں پچپن ہزار کی اصلی کرنسی طلب کر رہا ہوں۔ وہ مجھے ملنی چاہیئے ورنہ تمہارا سارا بزنس خاک میں مل جائیگا۔"
"ریوالور جیب میں رکھ لو۔" گرانڈیل آدمی نے نرم لہجے میں کہا۔ "ہم معاملے کی بات کریں گے۔"
"میں ریوالور کی نال ہی پر معاملے کی بات کرتا ہوں۔"
"تب پھر کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"
"بات تو ہو کر رہے گی دوستو! میں جان پر کھیل کر یہاں تک پہونچا ہوں۔ خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔ ہاں اگر تم کل تک بھی پچپن ہزار دینے کا وعدہ کرو تو یہ ممکن ہے۔"
"ہم غیر دوستانہ ماحول میں کوئی بات نہیں کریں گے۔" گرانڈیل آدمی نے کہا۔

"قطعی دوستانہ ماحول ہے۔ ریوالور کی پرواہ مت کرو۔" فریدی بولا۔

"اچھا تو سنو! تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تمہارے یار دلیپ کے کہنے پہ پولیس یہاں تک آنے کی زحمت نہیں گوارا کرے گی۔ کیونکہ یہ عمارت ایک معزز عورت کی ملکیت ہے۔"

"میں ایک غیر معزز آدمی ہوں اس لئے پولیس کے پاس کبھی نہ جاؤں گا۔"

"پھر کیا کرو گے؟"

"تمہارا بزنس چوپٹ کروں گا۔ میں ایک غیر معروف آدمی ضرور ہوں لیکن تتاریہ جیسی درجنوں عورتیں میری داشتاؤں کی حیثیت سے رہ چکی ہیں۔ اب سمجھے تم!"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ پتہ نہیں کس بزنس کی بات کر رہے ہو۔ میں مادام تتاریہ کی غیر منقولہ جائداد کا منیجر ہوں۔"

"اور تم لوگ اتنے گدھے ہو کہ تمہارے گاہکوں کو بھی اس کا علم ہے یعنی وہ جانتے ہیں کہ اس بزنس کی پشت پہ کون ہے۔"

"جانتے ہوں گے۔" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ "جاؤ تم پولیس کو بھی آزما دیکھو۔"

"تم آخر میری بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔" فریدی جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہاری بات۔ تم اپنی بات سمیت یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ ورنہ تھوڑی دیر بعد تمہیں یہیں دفن ہونا پڑے گا۔"

"یعنی کچھ لوگ باہر سے آجائیں گے۔"

"یقیناً۔"

"ارے یار۔ بڑے احمق معلوم ہوتے ہو۔ تب تو مجھے اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُلجھائے رہنا تھا۔ میں نہایت آسانی سے تمہارے رازدل سمیت دفن ہو جاتا۔" فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"دفن ہو جاؤ گے۔" گرانڈیل آدمی نے اپنے لہجے میں خود اعتمادی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"پچیس ہزار کی بات کرو۔" دفعتاً فریدی کے لہجے میں سفاکی جھلکنے لگی۔

گرانڈیل آدمی اُسے گھورتا رہا۔

اب فریدی دوسرے آدمی سے مخاطب ہوا جس کے پیر کانپ رہے تھے اور زخم سے برابر خون بہے جا رہا تھا۔

"تم یہاں اس قالین پر لیٹ جاؤ۔"

لیکن وہ سوالیہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"چلو۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو ورنہ انجام ہر حال میں خطرناک ہوگا۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ چلو جلدی کرو۔"

وہ چپ چاپ قالین پر لیٹ گیا۔ گرانڈیل آدمی کے چہرے پر اُلجھن کے آثار تھے۔

فریدی نے قالین پر لیٹے ہوئے آدمی سے کہا۔ "اب قالین کا گوشہ اپنے اوپر ڈال کر اُلٹتے چلے جاؤ۔ جلدی کرو۔"

"کیا کر رہے ہو تم۔" گرانڈیل آدمی غرایا۔

"بنڈل بنا رہا ہوں۔ تم خاموش رہو۔" فریدی نے لاپروائی سے جواب دیا۔ پھر دوسرے آدمی سے کہا۔ "جلدی کرو۔ ورنہ ٹھوکر رسید کر دوں گا۔"

وہ اپنے اوپر قالین ڈال کر اُلٹتا چلا گیا۔ نتیجے کے طور پر بنڈل تیار تھا۔

فریدی نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا "بس آرام سے پڑے رہو۔ اگر کسی موقع پر اٹھنے کی کوشش کرو گے تو تمہاری زندگی کی ضمانت نہ دی جاسکے گی۔"

پھر وہ گرانڈیل آدمی کی طرف بڑھا اور ریوالور کی نال اس کے سینے پر رکھ کر اس کی جامہ تلاشی لینے لگا۔ لیکن اس کے پاس سے ریوالور یا چاقو برآمد نہیں ہوا۔

پھر وہ اس سے چھ قدم کے فاصلے پر ہٹ کر اپنا ریوالور جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "آؤ اب دوستانہ فضا میں دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ میں یہاں سے خالی ہاتھ ہرگز نہ جاؤں گا۔ تم لوگوں نے بے تحاشہ دولت پیدا کی ہے اس لئے کم از کم چوتھائی تو مجھے ملنا ہی چاہیئے۔ اور میں یہ برابر وصول کرتا رہوں گا۔ مطمئن رہو۔"

"تم لوٹنے آئے ہو ہیں۔" گرانڈیل آدمی جو اپنے ہاتھ گرا چکا تھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔ کچھ تو سمجھو۔ اتنی دیر ہو گئی سمجھاتے سمجھاتے۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے۔"

"اچھا تو روک لو مجھے۔"

اچانک گرانڈیل آدمی نے فریدی پر چھلانگ لگائی۔ فریدی ایک طرف ہٹ گیا اور وہ منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔ فریدی نے اس کے سر پر پے در پے تین ٹھوکریں رسید کیں اور اسے اٹھنے کی بھی مہلت نہ مل سکی۔ وہ کسی بھینسے کی طرح فرش پر پڑا ڈکراتا رہا.... اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آواز دبتی گئی۔

قالین میں لپٹا ہوا آدمی پہلے ہی بیہوش ہو چکا تھا۔ دوسرے نے بھی جلد ہی ہاتھ پیر ڈال دیئے۔ پھر پانچ منٹ کے اندر ہی اندر فریدی نے انھیں ایک ایسی کوٹھری میں بند کر دیا جس میں صرف ایک ہی دروازہ تھا۔

ان سے نپٹنے کے بعد اس نے ایک بار سارے بیرونی دروازوں کا جائزہ

نے کر اطمینان کر لیا کہ اُس کے کام میں کوئی مخل نہ ہو سکے گا۔

پھر عمارت کی تلاشی شروع ہو گئی۔ فریدی ایک ایک چیز اور ایک ایک گوشے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُس نے ایک زمین دوز تجوری کا پتہ لگا لیا۔ اس کا قفل کھولنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ فریدی ایک مشاق قفل توڑنے والا تھا۔ اُس کی انہیں صلاحیتوں کی بنا پر اکثر کیپٹن حمید نے سوچا تھا کہ اگر فریدی غلط راستوں پر نکل گیا ہوتا تو حکومت کے لئے مستقل دردِ سر بن جاتا۔

تجوری خالی نہیں تھی۔ اس میں بڑے نوٹوں کی بےشمار گڈیاں تھیں۔ فریدی انہیں نکال نکال کر فرش پر ڈھیر کرتا رہا۔ انہیں سے تقریباً چالیس ہزار کے نوٹ اصلی ثابت ہوئے اور بقیہ سب جعلی۔ فریدی نے جعلی نوٹوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے انہیں آگ لگا دی اور اصلی نوٹ اپنی جیبوں میں ٹھونس لئے لیکن اب بھی اُس کی تشفی نہیں ہوئی۔ اُسے کسی ایسے ثبوت کی تلاش تھی جس کی بنا پر وہ اپنی ان حرکات کو حق بجانب قرار دے سکتا یعنی ابھی تک وہ یہ نہیں ثابت کر سکا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق بھی "طاقت" ہی کی تنظیم سے ہے۔

نوٹ آگ میں جل رہے تھے اور فریدی اُن پر نظر جمائے سوچ رہا تھا کہ اگر آج کی جدوجہد کا اتنا ہی نتیجہ نکلنا تھا تو کچھ بھی نہ ہوا۔

اچانک برابر والے کمرے میں گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ فریدی جھپٹ کر وہاں پہونچا۔ میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

فریدی ریسیور اٹھا کر بُری طرح کھانسنے لگا۔

"ہیلو! کون ہے" دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی۔ سوال انگریزی میں کیا گیا تھا۔

فریدی نے کھانسیوں ہی کے دوران میں کچھ کہا۔ اس طرح کہ اس کے قریب کھڑا ہوا

آدمی بھی کچھ نہ سمجھ سکتا۔

"کون — شارٹی کیا بات ہے؟"

"یس مام — حلق میں خراش" اور وہ پھر کھانسنے لگا۔

"ڈاکٹر سلمان کو تمہاری ضرورت ہے" دوسری طرف سے آواز آئی اور فریدی کا چہرہ چمک اٹھا۔

"مگر ... میری طبیعت ... مام ..." فریدی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"خیر ... رہنے دو۔ کسی اور کو بھیجا جائے گا" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا — اب فریدی یک بیک آدمی سے کسی تیز رفتار مشین میں تبدیل ہو گیا تھا۔

عجیب لڑکی

کیپٹن حمید نے صبح کا ناشتہ اپنے کمرے ہی میں رکھا۔ اُسے توقع تھی کہ ڈاکٹر سلمان اُسے گھر کی میز پر طلب کرے گا لیکن اس کا ناشتہ کمرے ہی میں بھجوا دیا گیا تھا۔ پچھلی رات وہ سو فیصدی ڈاکٹر کی بہن کے خیال میں کھویا رہا تھا۔ ایک بار بھی آئندہ کے پروگرام کے متعلق سوچنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ سب سے زیادہ اُلجھن اس بات کی تھی کہ آخر لڑکی ہے کس قسم کی۔ واقعی بہکی ہے یا پچھلی شام اُسے اُلّو بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اُس نے ایک طویل انگڑائی لی اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ اتنے میں راہداری سے قدموں کی آواز آئی جو بتدریج نزدیک آتی گئی پھر دروازے میں ڈاکٹر سلمان دکھائی دیا جو غالباً کہیں جانے کے لئے تیار تھا۔

"بیٹھیے بیٹھیے" اس نے حمید سے کہا جو کرسی سے اُٹھ رہا تھا۔ میں آپ کو پھر ایک
عجیب خبر سنانے آیا ہوں۔"

"فرمائیے — کیا بات ہے۔ کیا اُن میں سے کوئی چل بسا"

"نہیں وہ سب زندہ ہیں" ڈاکٹر سلمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "البتہ آپکا
دست قاسم زخمی ہو گیا ہے۔ آپ نے اس پہ لکڑیاں جو برسائی تھیں۔ سر میں زخم
آیا ہے گولی کسی کے بھی نہیں لگی۔ ویسے اخبارات میں اس کے متعلق کچھ نہیں آیا"

"ماہر نے احتیاطاً نہ آنے دیا ہوگا" حمید نے جواب دیا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر
بولا۔ "اس کے علاوہ آپ اور کون سی خبر سُنانے جا رہے تھے"

ڈاکٹر سلمان بیٹھتا ہوا بولا۔ "ادارہ روابط عامہ یا اس کے لئے کام کرنے والے
پتہ نہیں کس کی آنکھوں میں کھٹک رہے ہیں"

"کیوں؟ کیا ہوا؟"

"رات کسی نے ستارہ کی جیتل وار والی عمارت میں آگ لگا دی"

"ستارہ ... کیا چیز ہے ... کیا بلا یہ قسم کی کوئی چیز"

"آپ ستارہ کو نہیں جانتے"

حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنے سر کو جنبش دی۔

"ستارہ ابرام گڈھ کی ایک معزز عورت ہے اور ہمارے ادارے کی ایک
مددگار بھی۔ رات کسی نے اُس کی ایک عمارت میں آگ لگا دی۔ اُس کے دو ملازم
عمارت میں رہتے تھے۔ وہ سڑک پہ بیہوش پائے گئے۔ اُن کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے
تھے ایک کا سر زخمی تھا اور دوسرے داہنا ہاتھ جس کے متعلق خیال ہے کہ پستول کی گولی
کا زخم ہے۔ وہ دونوں ہوش میں آ گئے ہیں لیکن ہوش کی باتیں نہیں کر رہے ہیں۔ میں
یہ خبر آپ کو اس لئے دے رہا ہوں کہ آپ ادارے کے لئے کیا کر سکیں گے۔ ادارے کی

افادیت کا اعتراف آپ کو بھی ہے"۔

"یعنی کوئی ادارے کو نقصان پہونچانا چاہتا ہے" حمید نے کہا۔

"اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے۔ پہلے میری کار جلائی گئی۔ پھر ادارے کی ایک مددگار کو نقصان پہونچایا گیا۔ دونوں واقعات ایک ہی قسم کے ہیں"۔

"ہاں — ہیں تو!" حمید کچھ سوچنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "کیا میں پتہ لگاؤں کہ وہ کون ہے!"

"میں آپ کا مشکور ہوں گا۔ اگر آپ ایسا کر سکیں" ڈاکٹر سلمان نے کہا۔

"مگر پتہ نہیں۔ رام گڈھ کی پولیس میرے متعلق کیا سوچ رہی ہو" حمید نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"روحی وغیرہ کے معاملے کی طرف اشارہ"۔

"ارے وہ کچھ نہیں!" ڈاکٹر سلمان سر ہلا کر بولا۔ "اُسے تو بڑی آسانی سے برابر کیا جا سکتا ہے"۔

"کس طرح —!"

"ارے آپ جیسا فہیم اور زیرک آدمی مجھ سے یہ سوال کر رہا ہے"۔

"ڈاکٹر! میری ساری صلاحیتیں ختم ہوتی جا رہی ہیں"۔

"خیال ہے آپ کا۔ مگر یہ سوچنا چھوڑ دیجئے۔ ورنہ سچ مچ ختم ہو جائیں گی"۔

"خیر!" حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں ہر امکانی کوشش کروں گا۔ ویسے میرا ارادہ ہے کہ میں ماسٹر سے مل ہی لوں"۔

"ماسٹر سے ملئے گا"! ڈاکٹر سلمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ آں — جب اُنہیں سے کوئی مُراد نہیں تو میرے لئے بھی کوئی خاص خطرہ

نہیں باقی رہ جاتا۔ میں ان کو شیشے میں اُتار لوں گا۔ میں اُس سے یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کسی اور پر گولیاں چلائی تھیں درمیان میں یہ لوگ آ گئے۔ چونکہ انہوں نے اُس چھپے ہوئے آدمی کو نہیں دیکھا اس لئے یہی سمجھے کہ میں نے اُن پر گولی چلائی تھی۔"

"قطعی... دیکھیے... آپ نے خود ہی جواب سوچ لیا نا۔ آپ تو کہہ رہے تھے کہ میری صلاحیتیں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔"

"بعض اوقات میں بالکل خالی الذہن ہو جاتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"آپ قطعی خالی الذہن نہیں ہوتے۔ خالی الذہنی کی ترکیب ہی غلط ہے۔ کبھی کوئی آدمی خالی الذہن نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ سوتے وقت بھی خالی الذہنی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ اُس وقت خواب ہوتے ہیں۔ لہٰذا سوتے وقت بھی آدمی خالی الذہن نہیں ہوتا۔"

حمید نے بات بڑھتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "آہم... دیکھیے۔ آپ مجھے میک اپ کا سامان منگوا دیجئے۔ یہاں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ورنہ آپ کو تکلیف نہ دیتا۔"

"میک اپ کا سامان کیا کیجئے گا؟"

"یہ حقیقت ہے ڈاکٹر صاحب کہ میں رام گڑھ کی پولیس کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا۔ حالات کا تقاضہ یہی ہے۔"

"کیسے حالات!"

"میرا نجی معاملہ ہے ورنہ ان حالات پر ضرور روشنی ڈالتا۔"

"کوئی بات نہیں!" ڈاکٹر احسان مسکرا کر بولا۔

اور حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے چہرے پر پھر اُلجھن کے آثار پائے جانے لگے تھے۔

پھر کچھ دیر بعد اس نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔ "نہیں ڈاکٹر میں غلطی پر تھا۔ میں آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ آپ کی حیثیت ایک ڈاکٹر کی سی ہے اور آپ کسی مریض کی

کمزوریوں کی تشہیر کبھی نہ کریں گے۔ بات در اصل یہ ہے کہ اب میں اپنے عہدے پر واپس نہیں جانا چاہتا۔ کبھی نہیں۔ مجھے اس کام سے بھی نفرت ہو گئی ہے اور میں سوچتا ہوں اگر دوبارہ مجھے واپس جانا ہی پڑا تو محکمے کو میری ذات سے نقصان ہی پہنچے گا۔ فائدہ نہیں۔"

"نہیں آپ اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔" ڈاکٹر سلمان مسکرایا۔ "آپ میرے زیر علاج ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کچھ دنوں کے بعد آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ کسی غیر متوقع ذہنی جھٹکے نے آپ کے نروس سسٹم پر بُرا اثر ڈالا ہے۔ اور یہ بدلی ہوئی ذہنیت در اصل اُسی جھٹکے کی بازگشت ہے۔ ایک مختصر سا ذہنی دور۔ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"بہر حال کچھ بھی ہو۔ میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ ادارہ کے دشمنوں کا قلع قمع کروں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ لیکن آپ میرے لئے میک اپ کا سامان مہیا کریں گے۔"

"مگر کیپٹن۔"

"کیپٹن نہیں — صرف حمید۔ مجھے اب اس لفظ کیپٹن سے بھی نفرت ہو گئی ہے۔ مجھے آج سے ایک ماہ پہلے کے حمید سے بھی نفرت ہو گئی ہے۔ شائد میں اپنا نام ہی بدل دوں۔"

"اچھا — اچھا — میں آپ کے لئے میک اپ کا سامان مہیا کروں گا۔ فی الحال اجازت دیجئے۔ ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہوں۔"

حمید بھی اُٹھ کر اُس کے ساتھ دروازے تک آیا۔

اب وہ پھر ڈاکٹر کی بہن ساجدہ کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ وہ سچ مچ ساحرہ تھی۔ اُس کی آنکھیں کتنی دلکش تھیں۔ جیسے گہری نیند سے جاگی ہو۔ اُن آنکھوں میں کتنا سکون اور کتنی گہرائی تھی۔ ابھی حال ہی میں وہ ملک کی ایک مشہور فلم اسٹار کے ساتھ بھی رہ چکا تھا۔ لیکن اس کے لئے اُس نے اپنی بجھیتی نہیں محسوس کی تھی۔ روحی کے ہر انداز میں بناوٹ ہوتی تھی گو کہ وہ گھریلو زندگی سادگی ہی سے بسر کرتی تھی۔ لیکن بات بات پر پوز کرنے کی فلمی عادت اُس میں بھی پائی جاتی تھی — اس کے برخلاف یہ ساحرہ...

وحشیوں کی طرح بولتی تھی — بولتی ہی چلی جاتی تھی اور پھر جب ایک لمحہ کے لئے رُک گئی اور گردن اکڑا کر تھوک نگلتی تو حمید کو نہ جانے کیا محسوس ہوتا — وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ غالب کی محبوبہ ہوتی تو وہ اس تھوک نگلنے کے انداز کو کن الفاظ میں نظم کرتے۔ یقیناً اس انداز میں بڑی سکس اپیل تھی جو کم از کم غالب جیسے معاملہ فہم کی نظر سے پوشیدہ نہ رہ سکتی۔ حمید اپنے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیر کر پائپ سلگانے لگا۔ شائد ساحرہ کو سچ مچ مردوں کی پرواہ نہیں تھی — حمید نے تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر لباس تبدیل کیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا لائبریری میں آیا — نوکر سے اُسے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ ساحرہ اپنا زیادہ تر وقت لائبریری میں گذارتی ہے۔

ساحرہ لائبریری میں ٹہل رہی تھی کچھ اس انداز میں جیسے ابھی تک فیصلہ نہ کر پائی ہو کہ کس الماری سے کون سی کتاب نکالے۔ حمید کو دیکھتے ہی وہ رُک گئی۔

"کیوں ؟" اُس نے غصیلے انداز میں کہا۔ "آپ کون ہیں اور یہاں کیوں گھُستے چلے آئے ؟"

"اوہ ... تو کیا مہمانوں کو لائبریری میں نہ آنا چاہیئے" حمید نے حیرت ظاہر کی۔

"مہمان۔ میں نہیں سمجھی۔ میرا خیال ہے کہ میں پہلے بھی آپ کو کہیں دیکھ چکی ہوں!"

"جی ہاں۔ کل شام آپ نے مجھے دیکھا تھا۔ میں ڈاکٹر سلمان کا مہمان ہوں!"

"اوہ۔ سلمان اور مہمان کے قوافی خوب ہیں۔ کیا آپ شاعر بھی ہیں"

"جی ہاں میں شاعر بھی ہوں" حمید نے ایک طویل سانس لی۔

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے" ساحرہ نے مغموم لہجے میں کہا۔ انداز بالکل ایسا تھا جیسے اُسے حمید سے کوئی دردناک اطلاع ملی ہو۔

حمید نے اُسے گھور کر دیکھا لیکن وہ دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ ایک کرسی پر بیٹھ کر صبح کا اخبار دیکھنے لگا لیکن اُسے وہ خبر کہیں بھی نہ دکھائی دی جس سے متعلق

اُسے ڈاکٹر سلمان سے معلوم ہوا تھا۔ اُس کی دانست میں وہ بھی فریدی ہی کا کام ہو سکتا تھا ـــــ اُس نے سوچا شائد وہ اس تنظیم کو ہر اس پھیلا کر منتشر کرنا چاہتا ہے۔ وہ اُس کی فطرت سے کسی حد تک آگاہ تھا لہٰذا یہ باور کر لینے میں اُسے کیا تامل ہو سکتا تھا کہ فریدی صرف ایک ہستی کی تلاش میں ہو گا ـــ اور وہ ہستی تنظیم کی سربراہ "ملکہ کائنات" ہی ہو سکتی ہے۔

تاریہ کا تذکرہ ڈاکٹر سلمان کی زبانی سُن کر اُس کے کان کھڑے ہوئے تھے اور اُس نے اس وقت بھی اُس پُر اسرار عورت "ملکہ کائنات" کے متعلق سوچا تھا۔

"کیا تم یہاں ۔۔ صرف اخبار پڑھنے آئے تھے" دفعتاً ساحرہ نے پوچھا اور حمید نے سر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا جو اس انداز سے کمر پہ ہاتھ رکھے اور سر آگے کی طرف نکالے کھڑی تھی جیسے لڑنے کا ارادہ رکھتی ہو۔

"جی ہاں ۔ میں اخبار دیکھ رہا ہوں" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں ہے"

"آپ نے کیا پوچھا تھا"

"میں نے پوچھا تھا.... کیا تم یہاں صرف اخبار پڑھنے آئے تھے۔"

"تم ... نہیں آپ ... میں بے تکلفی نہیں پسند کرتا" دفعتاً حمید کا موڈ بگڑ گیا۔

"اوہ ـــ آپ ... ایک ہی بات ہے"

"نہیں ایک ہی بات ہے"

"مجھے تکلفات پسند نہیں ہیں" ساحرہ نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔

"بس یہی فرق ہے آدمی اور کتے میں۔ آدمی تکلفات کا عادی ہوتا ہے" حمید نے کہا۔

ساحرہ لاجواب سی ہو کر بغلیں جھانکنے لگی۔

تیسرا شعلہ ختم

حمید پھر اخبار پڑھنے میں بظاہر مشغول ہو گیا۔ حالانکہ اُس کے ذہن میں صرف ایک ہی سوال تھا۔ اور اخبار کے حروف تک اُسے نہیں نظر آ رہے تھے۔ یہ کس قسم کی لڑکی ہے؟ یہ کس قسم کی لڑکی ہے؟ اُس کا ذہن بار بار دُہرا رہا تھا۔

"میرے سوال کا جواب مجھے نہیں ملا۔" ساحرہ میز پہ ہاتھ مار کر بولی۔

"ہاں میں اخبار دیکھنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔" حمید ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولا۔

"تب آپ اخبار اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ آپ کی موجودگی یہاں ضروری نہیں ہے۔"

"میں یہیں بیٹھ کر پڑھوں گا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "آپ فکر نہ کیجئے۔ مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ جی ہاں۔"

"آپ عجیب آدمی ہیں۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔"

"تو آپ خود چلی جائیے یہاں سے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"آپ کیا بک رہے ہیں۔" ساحرہ کی آواز میں حیرت اور جھلاہٹ دونوں تھیں۔

"بک نہیں رہا۔ فرما رہا ہوں۔ ایک بار آپ سے کہہ چکا کہ مجھے بے تکلفی پسند نہیں ہے۔"

"یہ میرا مکان ہے۔ آپ جانتے ہیں۔" ساحرہ جھلا گئی۔

"تو میں اِسے کہاں اُٹھائے لئے جا رہا ہوں۔"

"آپ عجیب آدمی ہیں۔"

"میرا نام ساجد حمید ہے۔"

"ہوگا۔" ساحرہ غصیلی آواز میں بولی۔

"ہوگا نہیں بلکہ ہے۔ آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔"

"آپ جھکی ہیں۔"

"جھکی۔" حمید نے حیرت سے دہرایا۔ "میں جانتا ہوں جھکی کسے کہتے ہیں میرا تخلص ہی شباب ہے۔"

"تو آپ شاعر ہیں۔" ساجرہ اپنا ہونٹ بھینچ کر بولی۔ "اسی لئے اتنی بکواس کر رہے ہیں۔ کوئی شریف آدمی ہوتا تو اب تک اٹھ کر چلا بھی گیا ہوتا۔ جائیے یہاں سے۔"

"میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ ڈاکٹر سلمان نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ لائبریری مہمانوں کے لئے نہیں ہے۔"

"مکان میری نگرانی میں ہے۔ ان معاملات میں بھائی جان دخیل نہیں ہو سکتے۔"

"پھر بھی۔ میں نہیں جاؤں گا۔ میں ڈاکٹر سلمان کا مہمان ہوں۔ آپ کا نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں۔ اور اس مکان میں کس کی اجازت سے داخل ہوئی ہیں۔ براہ کرم آپ یہاں سے چلی جائیے۔ کیوں خواہ مخواہ مجھے ڈسٹرب کر رہی ہیں۔"

ساجرہ کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ حمید پھر اخبار دیکھنے لگا۔ اور ساجرہ نے تھوڑی دیر بعد نرم لہجے میں کہا۔ "اُدھر دیکھئے۔"

"کہئے! کیا بات ہے۔" حمید سر اٹھا کر بولا۔

"میری آنکھیں کیسی لگتی ہیں آپ کو۔"

"بالکل واہیات۔ میں نے ایک ایک بالشت کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔"

"اچھا میرے ہونٹ!"

"بیکار... بالکل لغو۔ دوسری بار دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"اچھا میرے بال۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے ان میں۔ معمولی ہیں۔"

ساحرہ قہقہہ مار کر ہنسی پھر بولی۔ "تب آپ شاعر نہیں ہیں۔ آپ جھوٹ بول رہے تھے۔"

"کیوں؟"

"نہیں آپ شاعر نہیں ہیں۔ یہاں بھائی جان کے آفس میں ایک شاعر تھا۔ وہ مجھ سے کہتا تھا۔ تمہاری آنکھیں صنوبر کے سائے میں سوئی ہوئی جھیل ہیں .... اور ہونٹ شفق کے تراشے ... بالوں کو وہ سلونی شام کہا کرتا تھا۔ بھائی جان نے اُسے آفس سے نکال دیا۔ وہ لوگ جو مجھ سے ملتے ہیں کچھ دنوں کے بعد ایسی ہی باتیں کرنے لگتے ہیں اور پھر بھائی جان مجھے اُن سے نہیں ملنے دیتے۔ اسی لئے میں نہیں چاہتی کہ جہاں میں ہوں وہاں آپ بھی آئیں۔ مگر اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ کو مجھ میں کوئی خاص بات نہیں نظر آتی۔"

"بالکل نہیں۔ اگر ہوتی تو ضرور اطلاع دیتا۔"

"آپ کیا کرتے ہیں؟"

"عموماً اداس رہا کرتا ہوں۔"

"اداس کیوں رہتے ہیں؟"

"کیونکہ والد صاحب مجھے داڑھی نہیں رکھنے دیتے۔"

"کیوں نہیں رکھنے دیتے۔ آپ پر بھائی جان کی سی داڑھی بہت اچھی لگے گی۔"

"ایک بار میں نے رکھ لی تھی۔" حمید مغموم لہجے میں بولا۔ "والد صاحب بگڑ گئے کہنے لگے برابری کرتا ہے میری۔"

"واہ تو آپ اُن کی زندگی میں داڑھی رکھ ہی نہ سکیں گے۔"

"جی نہیں۔"

"آپ ـــ! مجھے عجیب آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"خبردار ۔۔۔ لفظ عجیب سے مجھے چڑھ ہو گئی ہے۔ براہِ کرم اب اسے نہ دہرائیے گا۔"

"آپ یہاں کب تک رہیں گے ؟"

"جب تک میرا دل چاہے گا۔"

"یہ تو بڑا اچھا ہے۔ میں یہاں بالکل تنہا رہتی ہوں۔ دل اُکتا جاتا ہے تنہائی سے۔ میں بھائی جان سے کہوں گی کہ آپ نے مجھے بالکل واہیات قرار دے دیا ہے۔ اِس لئے آپ یقیناً اچھے آدمی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ آنکھوں، ہونٹوں اور گھونگھریالے بالوں کی باتیں کرتے ہیں اچھے آدمی نہیں ہوتے۔"

"اُن سے اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"کیوں ؟"

"بس یونہی ۔ میں کہہ رہا ہوں نا" حمید نے آنکھیں نکال کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں کروں گی۔" ساحرہ نے مردہ سی آواز میں کہا۔

نہ جانے کیوں حمید کو اس لڑکی پر رحم آنے لگا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر سلمان جیسے ماہر نفسیات کے گھر میں ایک ایسا کیس قرینِ قیاس نہیں ہو سکتا۔ یہ لڑکی یا تو پکی مکار تھی یا پھر اس کی ذہنی عمر پانچ سال سے زیادہ نہیں تھی ۔۔۔ اور اگر اس بالغ لڑکی کی ذہنی عمر صرف پانچ سال تھی تو اسے عجوبہ ہی کہا جا سکتا ہے ۔۔۔ پھر وہ سوچنے لگا ہو سکتا ہے کہ یہ لڑکی بھی کسی ماہر نفسیاتی تجربے ہی کا نتیجہ ہو۔ یعنی اس کی ذہنی عمر پانچ سال سے آگے بڑھنے ہی نہ دی گئی ہو۔

"آپ کیا سوچنے لگے۔" اُس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" میں یہ سوچ رہا تھا کہ کل آپ نے مجھ سے فلسفیوں کی سی باتیں کی تھیں مگر آج بچوں کی طرح گفتگو کر رہی ہیں۔"

ساحرہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "ہاں ! میں بھی اکثر یہی سوچتی ہوں۔ پتہ نہیں کیوں

بعض اوقات مجھے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔ میری اپنی آواز مجھے اجنبی سی معلوم ہوتی ہے اور میں سوچنے لگتی ہوں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ ایسے اوقات میں جو کچھ کہتی ہوں وہ خود میری سمجھ میں بھی نہیں آتا۔"

"اوہ — بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ کیا آپ نے ڈاکٹر سے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔"

"وہ جانتے ہیں — بلکہ جب وہ مجھ سے کہنے لگتے ہیں کہ تم سو رہی ہو۔ گہری نیند سو رہی ہو۔ تمہاری نیند گہری ہوتی جا رہی ہے۔ اسی وقت میں یہ محسوس کرتی ہوں — اور پھر شاید مجھے سچ مچ نیند آجاتی ہے۔"

حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اُس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ "کیا وہ روزانہ ایسا کہتے ہیں۔"

"نہیں — کبھی کبھی۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ وہ پھر اُس لڑکی کے بارے میں اُلجھن سی محسوس کرنے لگا تھا۔

"آپ نے کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے۔" اُس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"کہیں تک بھی نہیں۔ نہ میں لکھ سکتی ہوں نہ پڑھ سکتی ہوں۔"

"تب یقیناً — ڈاکٹر سلمان نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تب پھر آپ لائبریری کیا کیا کرتی ہیں۔"

"مجھے یہاں بڑا سکون ملتا ہے۔"

دفعتاً ایک نوکر نے لائبریری میں آکر ساحرہ سے کہا۔ "آپ کا بے بی رو رہا ہے۔"

"ارے ... بے بی رو رہا ہے۔" وہ اُچھل کر کھڑی ہو گئی پھر حمید سے بولی۔ "میں ابھی آئی۔"

وہ جا چکی تھی اور حمید اپنی کھوپڑی سہلا رہا تھا۔ یہ اتنی بھولی بھی نہیں ہے اور بے بی بھی رکھتی ہے .... اُسے خود پر غصہ آنے لگا۔"

مشورے

رانو اور اُس کے ساتھی بہت خوش تھے کیونکہ اب اُن کے جسموں پہ چیتھڑوں کی بجائے عمدہ قسم کے سوٹ نظر آنے لگے تھے۔ اور اُن کی جیبیں پانچ پانچ ہزار کے نوٹوں سے کافی وزنی ہو گئی تھیں۔ اور اب وہ اپنے سردار کے ایک اشارے پہ دُم ہلانے لگتے تھے۔ وہ اب اُس گندی سی سرائے میں بھی نہیں تھے کیونکہ فریدی نے ایک گھنی آبادی والی بستی میں عمارت کرائے پہ حاصل کر لی تھی۔

انور اس کا سامان لے کر واپس آ گیا تھا جس میں ایک جرمن ساخت کا ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ یہ اُس نے کر اغال کی خانم سے رابطہ قائم رکھنے کے لئے منگوایا تھا۔

ٹھیک پانچ بجے اُس نے اُسے مخاطب کیا۔ "زوبی ... زوبی ... تم سُن رہی ہو"

"اوہ — آج" دوسری طرف سے کپکپاتی ہوئی آواز آئی۔ "میں کتنی شدت سے انتظار کر رہی تھی ہارڈ اسٹون — اوور — !"

"کیسے حالات ہیں اوور"

"ابھی تک تو ٹھیک ہیں اوور"

"ایک بات بتاؤ۔ اُس رات میں جس میک اپ میں تھا کیا وہ تمہارے شوہر کے چھوٹے بھائی کے حلیئے سے ملتا جلتا تھا — اوور"

"ہاں۔ مجھے بھی حیرت تھی۔ لیکن میں نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ کیوں! تمہیں کیسے خیال آیا — اوور"

"کچھ نہیں — یونہی۔ وہ کن حالات میں مرا تھا — اوور"

"تمہارے دوست کے ہاتھوں — اوور"

Over

"وجہ بھی بتائی تھی اُس نے ۔ اوُور"

"نہیں ۔ اُس کی عادت تھی کہ جو بات چھپانا چاہتا تھا کسی پہ بھی ظاہر نہیں کرتا تھا ۔ اوُور"

"اور کوئی خاص بات ۔ اوُور"

"نہیں کوئی نہیں ۔ مگر تم کب آؤ گے ۔ اوُور"

"یہ حالات پہ منحصر ہے ۔ اوُور"

"میں بہت بےچینی سے تمہاری منتظر ہوں ۔ اوُور"

"ایک نہ ایک دن ضرور آؤں گا ۔ اوُور"

"میں ہر وقت تمہارے متعلق سوچتی رہتی ہوں ۔ تمہیں یہاں بہت تکالیف پہونچی تھیں ۔ اوُور"

"میں تکالیف کا عادی ہوں ۔ جب تکالیف نہیں ہوتیں تو میں خود کو بیمار محسوس کرنے لگتا ہوں ۔ اوُور"

"تم اپنے دوست سے بھی زیادہ عجیب ہو ۔ میں نے تمہاری تصویر اُس کے البم سے الگ کر لی ہے ۔ کہیں کسی کی نظر نہ پڑ جائے ۔ اوُور"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا ۔ اُسے جلا دو ۔ اوُور"

"ہرگز نہیں ۔ یہ میرے لئے ناممکن ہے ۔ اوُور"

"اچھا زولی ۔ مجھے باخبر رکھنا ۔ اوُور"

"میں ... تمہیں باخبر رکھوں گی ۔ کاش تم سے پھر جلد ہی ملاقات ہو سکے ۔ نہ جانے کیوں میں ہر وقت تمہارے ہی متعلق سوچتی رہتی ہوں ۔ اوُور"

"میں آؤں گا ... اوُور اینڈ اسٹاپ" فریدی نے سوئچ آف کر دیا ۔

انور دوسرے کمرے میں اُس کا منتظر تھا شاید اُس کے پاس کوئی نئی اطلاع تھی ۔

فریدی کو دیکھتے ہی وہ کھڑا ہو گیا۔
"بیٹھو! بیٹھو! کوئی نئی بات!"
"جی ہاں!" انور بیٹھتا ہوا بولا۔ "آج تتاریہ کے یہاں ادارہ روابط عامہ کے کارکنوں کی میٹنگ ہے۔"
"کس وقت!"
"نو بجے رات کو۔"
"ٹھیک یہ ایک اچھی اطلاع ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔
"ایک بات! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے۔" انور کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔
"آپ کا یہ طریق کار میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے آپ کو کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ آپ کے پاس قانون کی قوت ہے۔ پھر آپ .... میرا مطلب ہے ... مجرمانہ انداز کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں۔"
فریدی نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر جواب دیا۔ "ضابطے کی کارروائیاں اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ تتاریہ، ڈاکٹر سلمان یا سردار شکوہ کے خلاف تم کیا کر سکو گے۔"
"تتاریہ کے خلاف آپ کے پاس وافر مواد موجود تھا۔"
"ہرگز نہیں۔ وہ اُن جعلی نوٹوں کے متعلق لاعلمی ظاہر کر کے صاف الگ ہو جاتی۔ الزام اُن ملازموں کے سر جاتا اور یہ ہو سکتا تھا کہ وہ دونوں بھی اس معاملے کو اپنی ذات سے آگے بڑھنے ہی نہ دیتے۔ بُرے آدمیوں میں بھی وفاداری کا جذبہ پایا جاتا ہے۔"
انور خاموش ہو گیا لیکن فریدی کہتا رہا۔ "یہ طریقہ کار بظاہر قابل اعتراض ضرور ہے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ اس وقت ہماری نظروں میں ہیں تنظیم کے متعلق زیادہ نہیں جانتے۔ یہ تنظیم کے لئے مختلف ذرائع سے صرف روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ میں اس کانٹوں دار پودے کے کانٹے جھاڑنے نہیں

بیٹھوں گا بلکہ اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش میں ہوں۔ شمشاد تنظیم کا سربراہ تھا لیکن اس کی موت سے کیا ہوا۔ میرا خیال ہے کہ اب تنظیم پہلے سے زیادہ طاقتور ہو گئی ہے۔ میں ان لوگوں میں ہراس پھیلتا دیکھ کر ایک طرح کا سکون محسوس کرتا ہوں۔"

انور خاموش ہی رہا۔ وہ حیرت سے اس آہنی عزم والے انسان کو دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے ذہن کے کسی تاریک گوشے میں یہ خیال موجود تھا کہ جیت ہر حال میں اسی کی ہو گی۔

فریدی نے پھر کہا۔ "حمید کے متعلق کیا اطلاع ہے۔"

"وہ بدستور ڈاکٹر سلمان کی کوٹھی میں مقیم ہے۔"

"اور یقیناً کوئی بڑا کام انجام دے گا۔"

"مجھے یقین نہیں ہے۔" انور بولا۔

"کیوں؟"

"ڈاکٹر سلمان کی بہن ساجدہ بڑی حسین ہے۔ اور اب تو مجھے اس میں بھی شبہ ہے کہ وہ کسی کام کے سلسلے میں وہاں تک پہونچا ہو۔"

"تم حمید کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ میرے سامنے وہ یقیناً بچوں کی سی باتیں کرتا رہتا ہے لیکن مجھ سے دور رہ کر اُس نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی۔"

انور پھر خاموش ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ حمید کے متعلق گفتگو ہی نہیں کرنا چاہتا ۔۔ فریدی بھی چند لمحے خاموشی سے سگار کے کش لیتا رہا۔ پھر کھڑکی سے باہر دیکھتا ہوا بولا۔ "آج رات ہمیں تارہ کی قیامگاہ میں کچھ کرنا ہے۔ وہاں میں یہ بھی دیکھ سکوں گا کہ ادارۂ روابط عامہ کے کارکنوں میں اور کون کون ہے۔"

"اِن ۔۔ چار آدمیوں سے آپ کیا کام لیں گے۔ میرا خیال ہے کہ انھیں آپ الگ ہی کر دیں۔ پولیس نے ان پر نظر رکھنی شروع کر دی ہے۔ ان کے حالات

بڑی تیزی سے تبدیل ہوئے ہیں اس لئے پولیس کو تشویش ہونی ہی چاہیے۔"

"پرواہ نہ کرو۔ میرا مقصد بھی یہی ہے کہ پولیس کو تشویش ہو۔"

انور شاید اب کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ سلگانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اُس کی پارٹنر رشیدہ کمرے میں داخل ہوئی۔ لیکن اُس کے چہرے پہ سراسیمگی کے آثار تھے۔

"کیوں۔ کیا بات ہے!" فریدی نے پوچھا۔

"خان بہادر عاصم رام گڈھ پہونچ گیا ہے اور اُس نے آپ اور حمید کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے کہ آپ نے اُس کے بیوقوف لڑکے کو پھسلا کر چھ لاکھ روپے خُرد بُرد کرا دیئے۔"

"میں جانتا تھا۔" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "ایک دن یہ ضرور ہوگا۔ قاسم کا کیا خیال ہے۔"

"وہ کوتوالی میں دہاڑ رہا تھا کہ یہ غلط ہے۔ ان دونوں سے کوئی غرض نہیں چیکوں پر دوسرے لوگوں نے دستخط لئے تھے۔ پھر اُس نے کسی زمین دوز دنیا کے عجائبات کا تذکرہ شروع کر دیا اور اسی پوائنٹ پر ڈی۔ ایس۔ پی نے اُسے خبطی تسلیم کر لیا۔"

"ناظر موجود تھا کوتوالی میں۔"

"نہیں وہ آجکل ایک ماہ کی رخصت پہ چلے گئے ہیں۔"

"ہوں ___ خیر ___ اسے بھی دیکھیں گے۔"

"گویا یہ ساری مصیبتیں حمید صاحب ہی کی وجہ سے نازل ہوئی ہیں۔" رشیدہ نے کہا۔

"نہیں۔" فریدی اتنا ہی کہہ کر خاموش ہو گیا۔

رشیدہ انور کی طرف دیکھنے لگی لیکن انور شاید حمید کے متعلق کچھ سوچ ہی نہیں

رہا تھا۔ دفعتاً فریدی نے رشیدہ سے کہا۔ "تم میرے لیے کیا کرسکتی ہو"

"جو کچھ آپ فرمائیں"

"لیکن وہ آسان کام نہیں ہوگا"

"کیا میں نے پہلے بھی آپ کے لئے مشکل ترین کام انجام نہیں دیئے"

"ٹھیک ہے۔ مگر اس بار ہمارا سابقہ ایک تنظیم سے ہے"

"میرا خیال ہے کہ اس تنظیم کے خلاف آپ کچھ نہ کچھ خدمت پہلے بھی کرچکی ہوں۔[1]

"اس بار تم نے بیک گراؤنڈ ہی میں رہ کر سب کچھ کیا تھا۔ لیکن اب تمہیں اس میں نمایاں حصہ لینا پڑے گا"

"میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل تو سمجھا" رشیدہ مسکرائی اور انور کے ہونٹ سکڑ گئے۔ اُسے رشیدہ کی اس پُر اخلاق مسکراہٹ سے بڑی نفرت تھی۔

"میں تمہیں کام بتاؤں گا" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ پھر انور کی طرف مڑ کر کہنے لگا۔ "اب یہاں سے میری تفریح شروع ہوگی۔ اس تنظیم کے مقابلے میں ایک دوسری تنظیم کھڑی کرنے جارہا ہوں"

"شاندار" رشیدہ دبے ہوئے جوش کے ساتھ بولی۔ "خدا کی قسم مزہ آجائیگا"

انور خاموش ہی رہا اور رشیدہ کو اس کی خاموشی کھلنے لگی۔

"پھر انور نے آہستہ سے کہا۔ "آپ جانتے ہیں مجھے۔ میں آپ کی مخالفت بھی کرسکتا ہوں"

"قطعی۔ بالکل" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "اسی لیے میں نے یہ تذکرہ چھیڑا ہے۔"

"میں اسے تضیع اوقات سمجھتا ہوں" انور بولا۔

"اچھا تو پھر میں تمہارے بتائے ہوئے راستے پر چلوں گا" فریدی مسکرایا۔ "میری رہنمائی کرو"

---

[1] جاسوسی دنیا کا گولڈن جوبلی نمبر ملاحظہ فرمایئے۔

"دیکھئے میں ابھی تک اس کے متعلق کوئی ڈھنگ کی با
آپ کا یہ طریقہ کار مجھے عجیب سا لگتا ہے۔"

"عجیب سا نہیں بلکہ بچکانہ کہو۔" فریدی مسکرایا
توقع نہیں کی جاسکتی۔"

"آپ غلط سمجھے۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ خوامخواہ اپنا
انور جلدی سے بولا۔

"تم اپنی انرجی اپنے پاس رکھو۔" رشیدہ نے اُسے

"نہیں۔" فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "تم لوگ مجھ
نے یہ نہیں کہا کہ وہ میری اسکیم میں حصہ نہیں لے گا۔"

"آپ مجھے بتائیے —" رشیدہ نے کہا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر فریدی نے انور سے کہا۔ "تم ا
نظر رکھو۔"

انور سمجھ گیا کہ وہ فی الحال وہاں اُس کی موجودگی ضروری نہیں سمجھتا۔ لہذا
اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ غالباً فریدی نے اُسے اسی لئے اُٹھا دیا تھا کہ کہیں اُن دونو
میں پھر جھڑپیں نہ ہونے لگیں — وہ تقریباً پندرہ منٹ تک رشیدہ سے
آہستہ آہستہ کچھ کہتا رہا۔

ساحرہ کا بے بی

حمید ساحرہ کے بے بی کے چکر میں پڑ گیا تھا۔ وہ کافی دیر تک لائبریری

رہا تھا۔ دفعتاً فریدی ۔۔۔ اُٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ساحرہ آ گئی۔ اُس نے کہا۔ "میں نے
"جو کچھ آپ فرمائیں گے
"لیکن وہ آسان کام ۔۔۔ اس لیے آ گئی۔ مگر اب پھر جا رہی ہوں۔ بے بی بہت
"کیا میں نے پہلے بھی آ
"ٹھیک ہے۔ مگر ۔۔۔ ہوئی تھی"
"میرا خیال ہے کہ اپنا ۔۔۔ نے شرما کر سر جھکا لیا۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "ابھی کہاں
"اس بار تم نے بیگم
اس میں نمایاں حصّہ لینا پڑے گا!"
"میری خوش قسمتی ہے" ساحرہ نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور لائبریری
انور کے ہونٹ سکڑ گئے ایک طویل سانس لی اور بُرا سا منہ بنائے ہوئے لائبریری
"میں بہت ۔۔۔ منہ بگڑتا ہی جا رہا تھا۔ بالکل اُسی انداز میں جیسے کسی نے زبردستی
کھنے لگا۔ میں یا کسیلی چیز کھلا دی ہو۔
دوسرے ۔۔۔ وہ ٹہلتا رہا پھر اُکتا کر کتابوں کی الماریوں کا جائزہ لینے لگا۔ دیکھتے دیکھتے
۔۔ی بےخیالی میں ایک کتاب کھینچ بھی لی۔ لیکن اسکا نام پڑھ کر اُسے دوبارہ الماری
میں رکھنے ہی جا رہا تھا کہ وہ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس وقت حمید کچھ ایسے موڈ
میں تھا کہ جُھک کر اُسے فرش سے اُٹھانا بھی گراں گذرا۔ اُٹھاتے وقت کتاب
کھل گئی۔ حمید کی نظر صفحات پر پڑی جن کے حواشی پر جا بجا پنسل کی تحریریں تھیں اور
تحریر کے نیچے ساحرہ کے دستخط تھے۔

یہ کتاب دراصل فلسفے کی تاریخ تھی اور حمید نے بڑی حیرت سے یہ بات نوٹ
کی کہ ساحرہ نے بعض فلسفیانہ مسائل پر بڑی شاندار پھبتیاں لکھی تھیں۔ حمید
صفحات اُلٹتا رہا۔ آخری صفحے پر پنسل سے اُسی طرز تحریر میں "ہمبگ" لکھا ہوا نظر
آیا ۔۔۔ یہاں بھی ساحرہ نے اپنے دستخط کئے تھے۔ حمید نے کتاب بند کر کے الماری

یں رکھ دی ۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اُس لڑکی کو کیا سمجھے ۔ اگر وہ
لکھے ہوئے تھے تو وہ یقیناً غیر معمولی طور پر تعلیم یافتہ تھی ۔ اگر
جاہل ظاہر کرنے میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے ۔ حمید اسی گتھی میں
نکل آیا ۔ پھر وہ اپنے کمرے کی طرف جا ہی رہا تھا کہ
جو اپنے بے بی کو کپڑوں میں لپیٹے بازوؤں میں جھلاتی پھ
... ہوں ... لل ... لل ... لا ... چپ ہو جا ۔"

مگر بے بی کی چیخیں سنکر ایک بار پھر حمید کو پڑی
دفعتاً ساحرہ نے کپڑا اٹھاتے ہوئے کہا ۔ " دیکھئے ! میرا بے ب
اسپینیل کتے کا ایک ننھا سا پلا اُس کی گود میں " ٹیاؤں ..

" میں بے بی کے فادر سے ملنا چاہتا ہوں " حمید نے اپنے نتھنے پھ

" فادر کیا ؟ میں نہیں سمجھی ... ہوں ... ہوں ... ہوں ... لل ... لل ... ل

" آخر آپ مجھے اُلّو کیوں سمجھتی ہیں " حمید نے غصیلے لہجے میں کہا ۔ اُسے سچ مچ
آگیا تھا ۔ پھر وہ وہاں رُکے بغیر اپنے کمرے میں چلا آیا ۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس
نامعقول لڑکی سے کیسا برتاؤ کرے جو اُسے اس بُری طرح بیوقوف بنا رہی تھی ۔
اُسے یعنی ... کیپٹن حمید کو ؟ ۔۔۔ اس کے لئے کم از کم ڈوب مرنے کا مقام تھا کہ
کوئی لڑکی اُسے اُلّو بنائے دو ہی تین منٹ بعد ساحرہ بھی وہاں موجود تھی لیکن اب
کتے کا پلا اُس کی گود میں نہیں تھا ۔ وہ خاموش کھڑی رہی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے
گفتگو کا آغاز کرنے کے لئے اُسے مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں ۔

" وہ ۔۔۔ دیکھئے ۔۔۔ آپ نہ جانے کیوں ۔۔۔ خفا ہو گئے ۔" ساحرہ رُک رُک کر
بولی ۔ " آپ اتنے اچھے آدمی ہیں ۔۔۔ اگر آپ بھی خفا ہو جائیں گے ۔۔۔ ! "

رہا تھا۔ دفعتاً فریدی۔ "اوہ ـــ میرا اچھا چھوڑو۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔

"جو کچھ آپ فرمائیے"

"لیکن وہ آسان کام قوف بننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"کیا میں نے پہلے بھی تم بنایا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ گم‌شی سے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تمہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ بھائی جان سے پوچھیئے۔"

"اُس بار تم نے بیکسی اور کا بھی نام ہے۔"

اس میں نمایاں حصہ لیتا ہے ۔ ایک گھر میں ایک ہی نام کے دو آدمی کیسے ہو سکتے ہیں۔"

"میری خوش قسمتی ہے ۔ ـن کتابوں پر پنسل سے نوٹ کس نے لکھے ہیں۔"

انور کے ہونٹ سکڑ گئے تھے۔" لڑکی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "آپ کتابوں کے متعلق حرف

"میں بھت ـ بے گفتگو کیا کیجیے۔ میں اُن کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

کہنے لگا۔ "ڈیکارٹس کی فلاسفی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔"

دوسرے

"ڈیکارٹس ـــ کی ـــ فلاسفی! میں نہیں سمجھی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"تمہیں فلسفے سے دلچسپی نہیں ہے۔"

"فلسفہ ـــ یہ سب کیا ہے۔ میں ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"بے بی والا مسخرہ پن آپ کو مجھ سے نہیں کرنا چاہیئے تھا۔"

"میرے خدا ـــ مجھے کیا کرنا چاہیئے تھا۔ آپ کی تو کوئی بات ہی میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"بس اب جائیے۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔

"دیکھیے آپ بہت اچھے ہیں لیکن اس وقت آپ کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ شکریہ۔ اور آپ جا سکتی ہیں۔"

"میں اس وقت تک نہیں جاؤں گی جب تک آپ کی خ...

"رفع ہو گئی بھائی" حمید اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر...

"کیا میں آپ کو کھل رہی ہوں" ساحرہ نے سوال ک...

"بالکل نہیں۔ بس تم فی الحال چلی ہی جاؤ"

ساحرہ اُسے گھور گھور کر سوچتی رہی۔ پھر یک بیک
شروع کر... اکہ حمید کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"ارے... یہ کیا کر رہی ہیں..." حمید ہکلایا۔

"اب آپ کو دکھائی بھی نہیں دیتا۔ ارے میں ر...

"جی ہاں۔ جی ہاں" حمید کی بوکھلاہٹ بڑ...

"کیا میں جھوٹ بول رہی تھی" اب ساحرہ کی ہچکیاں...

"نن... نہیں بالکل نہیں" حمید نے پھر ہکلانا شروع کر د...
نہیں آرہا تھا کہ اس لڑکی کو کس طرح چپ کرائے کیونکہ اس کی گریہ و...
آہستہ آہستہ بڑھتی ہی جارہی تھی۔

"اچھا... اچھا۔ اب چپ بھی رہو"

"میں روتے روتے مر جاؤں گی۔ آپ نے یہ کیسے سوچا کہ میں آپ کو بیوقو...
بنا رہی ہوں۔ بیوقوف پیدا ہوتے ہیں۔ بنائے نہیں جاتے"

حمید ایک بار پھر سناٹے میں آگیا۔ یہ جملہ تو کسی بہت بڑے آدمی کا قول معلوم
ہوتا تھا کہ بیوقوف پیدا ہوتے ہیں بنائے نہیں جاتے۔ وہ چکرا کر رہ گیا تھا۔ ایک
طرف یہ لڑکی خود کو جاہل تسلیم کرالینے پر مُصر ہے اور دوسری طرف ایسے شاندار جملے
بھی اُس کی زبان سے ادا ہوتے ہیں۔

"اچھا میں مان گیا آپ کی بات" حمید نے زچ ہو کر کہا۔

گفتگو نہیں کریں گے۔"

رہا تھا۔ دفعتاً فریدی ۔اوہ ۔ قطعی نہیں۔"

"جو کچھ آپ فرمائیں ... روتے روتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ اس نے

"لیکن وہ آسان کا ... ٹک گئے اور اسی طرح خاموش بیٹھی رہی جیسے گریہ وزاری

"کیا میں نے پہلے بھی ... ے کے لئے کسی دوسرے حیلے کی منتظر ہو۔ لیکن اب حمید

"ٹھیک ہے۔ گ ... یند کر لئے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ ا

... میں دی ہے" ساحرہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس بار تم نے بیک

... ہا ہے" حمید جلدی سے بولا۔

اس میں نمایاں حصہ لینا چ

... ے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔"

"میری خوش قسمتی ہے

... ے چیتھڑے اڑا دوں گا" حمید پھر جھلا گیا۔

انور کے ہونٹ سکڑ

"میں ہمت ... دیکھا میں نہ کہتی تھی۔ ارے میری قسمت ہی ایسی ہے" ساحرہ

... زیہ اسٹارٹ لے کر رونے لگی۔

کہنے لگا۔"

... یہ کھلا کر جانے کیلئے اٹھا اور وہ تڑپ کر بولی۔

دوسر

جاؤ تو — خدا کرے میں یہیں مر جاؤں — اچھا جاؤ — میں دیوار

پہ اپنا سر ٹکرا دوں گی۔"

حمید فرش پر دو زانو بیٹھ کر اپنا سر پیٹنے لگا۔

ٹھیک اسی وقت ڈاکٹر سلمان کمرے میں داخل ہوا اور حیرت سے آنکھیں پھاڑے دروازے ہی پر ٹھٹک گیا۔ حمید نے سوچا یہ تو بہت برا ہوا۔ ڈاکٹر کیا سمجھے گا۔ بہرحال اس کے ہاتھ اور تیزی سے چلنے لگے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے!" دفعتاً ڈاکٹر سلمان کی گرجدار آواز کمرے میں گونجی۔

ساحرہ جو پہلے ہی سہم کر خاموش ہو گئی تھی یک بیک اچھلی اور دوڑتی ہوئی کمرے

...یہ کے ہاتھ جعلی نوٹوں کے بزنس میں بھی
کو اُن باتوں کا علم نہیں تھا جو انور اور رشیدہ کو فریدی سے
تتاریہ اس کے علاوہ بھی اور کئی طرح کے جرائم کی گند
طبقے کے لوگوں کو بہیں ہونے پاتا تھا۔
آج اُس کے یہاں ادارہ روابط عامہ کے کارکنوں
شروع ہونے والی تھی۔ اب آٹھ بج رہے تھے۔ تتاریہ بناؤ
...ڈی میں آ بیٹھی ___ اور بہیں کافی پی رہی تھی کہ فون
"دیکھیو... !" اُس نے ریسیور اُٹھا کر ماؤتھ پیس
لہجے میں کہا۔
"... ہیلو... تتاریہ" دوسری طرف سے بھی
حمید نے
اُس نے آ... ہے !"
"ایس پی آف یو ہمیا" دوسری طرف سے کہا گیا۔
"آپ بات... تم کون ہو"
"بات ! پہلے اچھ... تمہیں بھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ تم کون ہو"
نہیں ثابت ہوا تھا کہ ایک اسپیشل پیگ...
مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ غیر تعلیم یافتہ ہیں"
"ہاں۔ یہ درست ہے کہ وہ لکھنا پڑھنا بالکل نہیں جانتی" ڈاکٹر...
بولا۔ "لیکن آخر یہ کیا ہو رہا تھا۔
"میں سر پیٹ رہا تھا اور وہ رو رہی تھیں" حمید بولا۔ "کیا اب یہ بھی بتانا
پڑے گا کہ میں سر کیوں پیٹ رہا تھا"
ڈاکٹر سلمان بدستور اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔
"جب انھوں نے بہت عاجز کر دیا تو میں نے سر پیٹنا شروع کر دیا۔ مجھے

گفتگو نہیں کر سکے گے۔"
رہا تھا۔ دفعتاً فریدی - اد ...نظمی نہیں۔"
"جو کچھ آپ فرمائیں
"لیکن وہ آسان کا... روتے روتے اس کی آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں۔ اُس نے
"کیا میں نے پہلے بھی ...ک گئے اور اسی طرح خاموش بیٹھی رہی جیسے گریہ وزاری
"ٹھیک ہے۔ گ... کے لئے کسی دوسرے جملے کی منتظر ہو۔ لیکن اب حمید
...بند کر لئے تھے۔
"میرا خیال ہے کہ ا...
"اُس بار تم نے بک... میں دی ہے۔" ساحرہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا
اس میں نمایاں حصہ لینا چ...اہے۔" حمید جلدی سے بولا۔
"میری خوش قسمتی ہے ک...ے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔"
انور کے ہونٹ سکڑ گ...ے چیتھڑے اڑا دوں گا۔" حمید پھر جھلا گ
"میں تمہد... دیکھا میں نہ کہتی تھی۔ ارے میری قسمت ہائے اب
...زبیہ اسٹارٹ لے کر رونے لگی۔
کہنے لگا۔"...
دوسرے ...بد کھلا کر جانے کیلئے اُٹھا اور وہ تڑپ کر بولی،
...جاؤ تو --- خدا کو سے میں یہیں مر جاؤں
پیانہ ٹکرا ...گ... یہ عورت تھی۔ عمر چالیس سال سے زیادہ
...جسم کی ساخت بھی ایسی ہی تھی کہ اگر قاسم دیکھ پاتا تو اُسے نوشابہ بھی
...رہ جاتی۔ وہ ایک شاندار عمارت میں رہتی تھی اور رام گڈھ میں اُسکی دوسری
...ئی عمارتیں بھاری کرایوں پر اُٹھی ہوئی تھیں۔ ملک کے مختلف صنعتی اداروں میں
اس کا وافر سرمایہ بھی لگا ہوا تھا۔ بہر حال وہ رام گڈھ کی متمول ہستیوں میں شمار
کی جاتی تھی۔

اور اب فریدی نے اُس کی ایک ڈھکی چھپی حیثیت سے بھی پردہ اُٹھا دیا تھا۔
لیکن اسکا علم اُس سمیت صرف چھ ہستیوں کو تھا اختر رشیدہ اور اُس کے چار دن کے

...یہ کے ہاتھ جعلی نوٹوں کے بزنس میں بھی
کو اُن باتوں کا علم نہیں تھا جو انور اور رشیدہ کو فریدی سے
تتاریہ اس کے علاوہ بھی اور کئی طرح کے جرائم کی گذ
طبقے کے لوگوں کو نہیں ہونے پاتا تھا۔
آج اُس کے یہاں ادارہ روابط عامہ کے کارکنوں
شروع ہونے والی تھی۔ اب آٹھ بج رہے تھے۔ تتاریہ لبا
اسٹیڈی میں آبیٹھی ۔۔۔ اور بہیں کافی پی رہی تھی کہ فون
"ہیلو!" اُس نے ریسیور اُٹھا کر ماؤتھ پیس
"یاہ.... ہیلو... تتاریہ" دوسری طرف سے
"کون ہے!"
"ٹھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا" دوسری طرف سے کہا گیا۔
"میں نہیں جانتی تم کون ہو"
"اسی طرح چند سال پہلے تمہیں بھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ تم کون ہو"
"کیا بکواس ہے" تتاریہ چلا گئی۔
"بدتمیز عورت میں تیری ہڈیاں چبا جاؤں گی۔ اپنی اصلیت کو نہ بھول۔ میں
ہوں تیری حقیقت! ۔۔۔ کتیا!"
"او سور کی بچی تو ہے کون"
"سور تو تیرا باپ تھا جس نے تیری ماں سے شادی نہیں کی تھی" دوسری طرف سے
آواز آئی۔
"شٹ اپ!"
"شٹ اپ کی بچی اب بھی وقت ہے۔ فیصلہ کر لے" دوسری طرف سے کہا گیا۔

رہا تھا۔ دفعتاً فریدی۔ اد... نتا یا نہیں" تتاریہ دہاڑی۔

"جو کچھ آپ فرمائیں ... مالیہ سات لاکھ ہے اور تو اب تک تقریباً تیس کھو چکی ہے"

"لیکن وہ آسان کا... میرے پاس ایسے ثبوت ہیں جو تجھے دن کو تارے دکھا دیں گے۔"

"کیا میں نے پہلے بھی ... لی" تتاریہ غرائی "تو میرا کچھ نہیں کر سکتی"

"ٹھیک ہے۔ ... سنبھل کر بولی۔" تو نہ جانے کہاں کی کو اس سے بیٹھی ہے"

"میرا خیال ہے کہ ... ہی تھی"

"اُس بار تم نے بیک ... کھلنے پہ تجھے اپنے خواب بہت یاد آئیں گے تتاریہ"

اس میں نمایاں حصہ لینا ہے"

"میری خوش قسمتی ہے کہ" یکایک تتاریہ ہنس پڑی اور اس کے قہقہے سے کرسے

انور کے ہونٹ سکڑ گئے تھیں۔

"میں ... ہوں۔ اگر تو نے تین دن کے اندر اندر سات لاکھ کی اصلی کرنسی ہم نہ پہنچائی

کہنے لگا۔" ہم پہ شاید رام گڑھ کی پہاڑیاں بھی چیخیں اور کراہیں ۔۔ میرے ایک آدمی

دوستہ ... دو لفنگوں کو بے بس کر کے تیری عمارت میں آگ لگا دی تھی۔ کیا تجھے یاد نہیں"

"اوہ ۔۔ تو تم وہ لوگ ہو"

"ہاں! میں تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں صرف تین دن کی مہلت دیتی ہوں سات لاکھ کے لئے۔ اس کے بعد میری کمپنی تم میں دلچسپی لینا چھوڑ دے گی۔ کیا سمجھی!"

"تھریسیا شاید تو نہیں جانتی کہ تو کس سے گفتگو کر رہی ہے میں رہی ہوں۔ رام گڑھ کی ایک معزز اور مشہور" تتاریہ

"یقیناً پولیس تیرے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے گی" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"پولیس میرا کھلونا ہے عورت" تتاریہ نے فخریہ انداز میں کہا "وہ میرے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھا سکیں گے"

یہ زور قوت سات لاکھ روپے وصو

ہر وقت ہر معاملے کے لئے تیار رہتی ہوں "

چسپی بات ہے " دوسری طرف سے کہا گیا ۔

میں ڈالتے وقت تتاریہ کی پیشانی پہ سلوٹیں پڑ

کسی گہری سوچ میں تھی ۔ ساڑھے آٹھ بجے سے

میں تھے ۔ گیارہواں ایک اجنبی تھا جو پہلی با

شکل کسی حد تک ڈاکٹر سلمان سے ملتی جلتی تھی ۔

حمید کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا ۔ خود ڈاکٹر سلمان

تعریف کی تھی اور یہاں اُسے اپنے خالہ زاد بھائی کی حیثیت

میٹنگ کی کارروائی شروع ہوئی اور حمید شدت سے بور ہ

یہ سو فیصدی کسی ادارہ کے کارکنان کی میٹنگ تھی ـــ اور ابھی تک کو

ایسی کوئی بات نہیں نکلی تھی جو حمید کے نکتہ نظر سے قابل گرفت ہوتی ۔ ادار

بحران پہ بحثیں ہوتی رہیں ۔ پھر تقسیم کار کی باری آئی ۔ اس کے بعد آمدنی کے

پیدا کرنے کے امکانات پہ غور کیا جانے لگا ـــ اور وہ مسئلہ آخیر میں چھڑا

حمید کو دلچسپی ہو سکتی تھی ۔ یہ مسئلہ تھا ڈاکٹر سلمان کی کار اور تتاریہ کی بلڈنگ

آتش زدگی کا ۔

" میرے خیال سے یہ کوئی دیوانہ یا فاتر العقل آدمی ہے جو اس قسم کی حرکتیں کر رہا

ہے " ڈاکٹر سلمان نے کہا ۔

" پہلے میں بھی یہی سوچتی تھی " تتاریہ بولی ۔ " مگر اب خیال بدل دینا پڑا ہے ۔ کوئی

عورت ہے تھریسیا بمبل بی ۔ اُسے ادارہ کی مالیات کے ساتویں ذریعے پر اعتراض



رہا تھا۔ دفعتاً فریدی۔ اور ... بتا رہے ہیں۔"

"جو کچھ آپ فرمائیں ... ہیں مادام تتاریہ" ڈاکٹر سلمان نے باتیں کہہ رہے تھے

"لیکن وہ آسان کام ہو سکتا ہے" ... ہارے دکھا دیں گے"

"کیا میں نے پہلے بھی ... اس نے مجھ سے فون پہ گفتگو کر کے سات لاکھ"

"ٹھیک ہے۔ گ...

... پہنچتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ سلمان کے ہونٹ ایک چھوٹا سا دائرہ بنا کر رہ گ...

"اس بار تم نے بیک... سکوت طاری ہو گیا ——— اور ... ے تتاریہ"

اس میں نمایاں حصہ لینا چ... دروازہ کھلا اور ایک ہاتھ دکھائی دیا جس میں ریوالو...

"میری خوش قسمتی ہے کہ..."

انور کے ہونٹ سکڑ گئے "ہاتھ اٹھاؤ" دروازے سے آواز آئی اور ساتھ ہی بولنے والا بھی

"میں ... آگیا۔ اس کے جسم پہ سیاہ سوٹ تھا اور چہرے پہ سیاہ نقاب۔

کہنے لگا۔ "... حضرات کو اس میٹنگ پہ مبارک باد دیتا ہوں" اس نے کہا۔

دوسر... تم کون ہو!" کسی نے پوچھا۔

"یہ سوال بڑا احمقانہ ہے۔ اگر یہی بتانا ہوتا تو چہرے پہ نقاب کیوں ہوتی۔ کیا
... لوگ کامن سینس نہیں استعمال کر سکتے۔"

وہ سب ہاتھ اٹھائے کھڑے رہے لیکن حمید کے پیر کانپ رہے تھے۔ انہوں نے بولنے والے کی آواز میں فریدی کے انداز گفتگو کی جھلکیاں پائی تھیں۔ وہ بھی چپ چاپ ہاتھ اٹھائے کھڑا رہا ———

"تم کیا چاہتے ہو!" ڈاکٹر سلمان نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"سات لاکھ ——— میں مادام تتریسیا کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔"

"یہ مادام تتریسیا کیا بلا ہے" ڈاکٹر سلمان نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر پوچھا۔

بھی

ماداوام تقریباً

ہم کیے گئے تو ماداوام تقر

رہتے ہو" ڈاکٹر سلمان

ڈاکٹر۔ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں

یناً گھبراہٹ پہونچایا ہوگا۔ مگر ہم کیا کم

سمجھتے ہو کہ یہاں سے بچ کر چلے جاؤ گے

یا ورنہ آتا ہی کیوں" نقاب پوش نے

عقب سے کسی نے اس پر حملہ کیا۔ لیکن وہ ا

نکل کر اُن لوگوں کے درمیان آگرا۔ اُس کے حلق سے ایک

نے مسکرا کر کہا۔ "جلد بازی بُری چیز ہے"۔

پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا جیسے در و دیوار سے آدمی نکلنے لگے ہوں
نے چھلانگ لگائی اور کھڑکی سے گذرتا ہوا برآمدے میں پہونچ گیا۔

"نکل کر جانے نہ پائے" ڈاکٹر سلمان نے چیخ کر کہا۔

"گھبراؤ نہیں ڈاکٹر۔ اب اس عمارت سے ایک پرندہ بھی باہر نہیں جا سکتا

تتاریہ کی آواز تھی۔

حمید بوکھلا گیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ فریدی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔
اب وہاں تقریباً چالیس آدمی نظر آرہے تھے اور فریدی تنہا تھا۔ تتاریہ نے کسی اطمینان
ہی پر کہا ہوگا کہ وہ باہر نہیں نکل سکتا۔ اسی افراتفری میں حمید ڈاکٹر سلمان وغیرہ سے الگ
ہو گیا تھا اور عمارت کے ایک ایک گوشے میں فریدی کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اسکی
سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

رہا تھا۔ دفعتاً فریدی۔ ا[illegible] رہے ہیں۔"

"جو کچھ آپ فرمائیں [illegible] ہیں مادام تتاریہ۔" ڈاکٹر [illegible]

"لیکن وہ آسان کا[illegible] ہو سکتا ہے۔"

"کیا میں نے پہلے بھی [illegible] اُس نے مجھ سے [illegible] پہنچ جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر [illegible] مطابق [illegible] سراسیمگی [illegible]

"میرا خیال ہے کہ سلیمان ک[illegible] سے آیا تھا اور اپنے [illegible]

"اُس بار تم نے بیک [illegible] سکوت [illegible] خطرے میں دیکھ کر سراسیمگی [illegible] تتاریہ۔"

اس میں نمایاں حصہ لینا پڑا [illegible] ریوالور

"میری خوش قسمتی ہے کہ [illegible]

انور کے ہونٹ سکڑ گئے [illegible] فائروں کے بند ہو گئے اور پھر اتنی راہداری۔

"میں حمید [illegible] فائر کرنے والوں میں سے کسی کی چیخ فضا میں لہرائی اور بجائے [illegible] ابھی [illegible]

حمید دیوار سے لگا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

کہنے لگا۔" [illegible] پوری عمارت کچھ نیم تاریک سی تھی۔ اس لئے حمید کو توقع تھی کہ فریدی باہر نکل

دوسرے [illegible] میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں تاریکی کا سہارا بھی اُٹھ جانے

[illegible] سیلاب میں ڈوب گیا — دفعتاً پوری عمارت روشن ہو گئی تھی — جا بجا

دودھیا روشنی کے ٹیوب نظر آنے لگے تھے۔

پھر کسی گوشے سے فائروں کی آوازیں آئیں — اچانک کسی نے حمید کا شانہ پکڑ لیا۔ حمید چونک کر مڑا۔ سامنے تتاریہ کھڑی تھی۔

"آپ کہاں بھاگتے پھر رہے ہیں مسٹر سہیل۔" اُس نے کہا۔ حمید کا تعارف اسی نام سے کرایا گیا تھا۔

"میں سلیمان بھائی کو ڈھونڈ رہا تھا۔" حمید نے جواب دیا۔

"وہ بھی۔ وہ جہاں بھی ہوں گے محفوظ ہی ہوں گے۔ لیکن آپ کی زندگی ضرور